

مقالہ بجائے ایم. فل

# مولانا عبدالحی فرنگی محلی

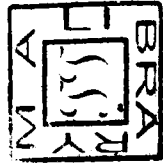
حیات اور خدمات

پیش کردہ

غلام مرسلین

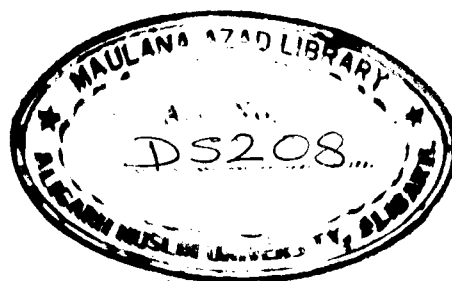
زیر نگرانی

ڈاکٹر حامد علی خاں



Printed in Comoros

شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
سنہ ۱۹۷۸ء



27 JAN 1981



DS208

## مقدمہ

مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا مقام ہندوستان کے علماء میں اس لحاظ سے نہایت ممتاز ہے کہ انہوں نے عمر تو بہت قلیل پائی لیکن تصانیف کی ایک کثیر تعداد یادگار چھوڑی ۔ چنانچہ تقریباً صرف ۲۹ سال کی مختصر عمر میں انہوں نے ایک سو سے زائد کتابیں تالیف کیں ، جن میں سے اکثر کتابیں قبولیت عامہ سے شریفاب ہوئیں ۔ ان کی متعدد تصانیف مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل کی گئیں جہاں وہ اب تک رائج اور متداول ہیں ۔ بعض کتابوں کی شہرت ہندوستان کے باہر بھی دور دور تک پہنچی اور عرب ممالک میں ان کو شائع کیا گیا ۔

لیکن ہماری معلومات کی حد تک کوئی مستقل کتاب اب تک ایسی نہیں لکھی گئی جس میں مولانا عبدالحی کے کارناموں کو اجاگر کیا جاتا اور ان کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاتا ۔ یہاں تک کہ مولانا کے حالات زندگی کی پوری تفصیل بھی کسی کتاب میں نہیں ملتی ۔ خود مولانا نے اپنے جو حالات اپنی متعدد تالیفات میں تحریر کئے ہیں وہ بہت مختصر ہیں اور ان سے کسی طرح پوری فحشلی نہیں ہوتی ۔ سوانح نگاروں نے بھی انہیں ہاتھوں کا اعادہ کر دیا ہے جو کہ مولانا نے خود لکھی ہیں اور کسی کتاب میں مشکل ہی سے کچھ اضافہ ملتا ہے ۔

مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی کی " تذکرہ طمانع فرنگی محل "

میں اگر مولانا عبدالحی کے تفصیل حالات نہیں ملتے تو کوئی صاحب کی بات نہیں ہے ، کیونکہ وہ کتاب تمام طمانع فرنگی محل کے تذکرے پر مشتمل ہے ۔ اس لئے اس میں صرف مختصر حالات ہی بیان کئے جا سکتے ہیں ۔ لیکن مولوی عبدالباقی

فرنگی محلی نے مولانا عبدالحی کی زندگی پر جو مستقل کتاب "حسرة الفحول" ہوفاة نائب الرسول " کے نام سے تصانیف کی ہے اس میں بھی مولانا کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ "حسرة الفحول" میں بھی مولانا کی زندگی سے متعلق تقریباً صرف ایسی قدر مواد ہے جتنا مولانا نے خود اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد مختلف علماء نے مولانا کو جو اسناد ملی تھیں ان کی پوری عمارت اس میں نقل کر دی گئی ہے۔ پھر مولانا کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کے متعلق جو خواب دیکھے تھے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں خواب سے استدلال کے متعلق علماء کے اقوال پیش کئے گئے ہیں پھر آخر میں مولانا کی تصانیف کی فہرست دی گئی ہے۔ غرض اس کتاب میں بھی مولانا کی اصل زندگی اور سیرت سے متعلق بہت کم معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

شام کے ایک عالم مفتی عبد الفتاح ابو غده نے مولانا کی کئی کتابیں اپنی تحقیق و تملیق کے ساتھ حلب سے شائع کی ہیں۔ خاص طور پر مولانا کی دو اہم تصانیف "الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملہ" اور "الترغ والترکيل فی الحسن والتعديل" کی اشاعت میں انہوں نے بڑی محنت کی ہے اور ان کے شروع میں مقدمے بھی لکھے ہیں جن کے اندر مولانا کی تصانیف خدمات کے متعلق اپنے کچھ فقرات بیان کئے ہیں، لیکن مولانا کی زندگی اور سیرت سے متعلق کوئی نئی بات نہیں لکھی۔ بلکہ اس سلسلے میں انہوں نے مولانا ہی کی حارثون کو نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔

ہم نے مذکورہ کتابوں کے علاوہ دیگر مختلف مصادر اور خود مولانا عبدالحی کی تصانیف سے مناسب مواد اخذ کر کے اس مقالہ میں جمع کر دیا ہے۔ کوشش کی ہے اور اس کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے :-

باب اول مولانا کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولانا کے نسب نامہ کے ضمن میں ان کے آباء اجداد میں سے چند اہم شخصیتوں کا تعارف بھی کرا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نرنگی محل کے بعض طبائے چھ زبانی معلومات حاصل کر کے مولانا کے مساندگان کا ذکر بھی آخر میں اختصار کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے۔

باب دوم میں مولانا کے اساتذہ و فلاسفہ کا ذکر ہے۔ اساتذہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی اس لئے تمام اساتذہ کے مختصر حالات بیان کر دینے گئے ہیں، لیکن فلاسفہ کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے اختصار کے خیال سے صرف چند نامور فلاسفہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سید عبدالحی حسنی کی "ترجمة الخواطر" سے کافی مدد ملی ہے۔

باب سوم مولانا کے اخلاقی وعادات اور طبعی خدمات و کمالات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس باب میں زیادہ تر مولانا کی تصانیف ہی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ خاص طور پر مولانا کے افکار و نظریات اور دینی مسئلہ کو معلوم کرنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی جاراہ کار بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مولانا کی کتاب "المنافع الکثیر لن مطالع الجامع الصغیر" بہت مفید ثابت ہوئی۔

باب چہارم میں مولانا کی تصانیف کی فہرست لہجہ دی قریب کے ساتھ درج کی گئی ہے اور حتی الامکان ہر تصنیف کا مختصر تعارف بھی پیش کرنے کا التزام کیا گیا ہے اس سلسلے میں "حسرة الفحول" سے کسی قدر مدد ملی ہے، لیکن ہم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مولانا کی چھوٹی بڑی ہر تصنیف کو تلاش کیا۔ اگر مطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا تو قلمی نسخہ تلاش کیا۔ پھر اس پر ایک خاثر نظر ڈال کر اس کا تعارف کرایا۔

مولانا کی جن کتابوں کے حوالے مقالہ میں دئے گئے ہیں ان کے بارے میں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مولانا کی بعض کتابیں متعدد بار شائع ہوئی ہیں نیز بہت سی تالیفات اور رسائل مختلف مجموعوں کی شکل میں طبع ہوئے ہیں اور ان کے اندر صفحات کے نمبر شروع سے آخر تک ایک ہی سلسلے سے دئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے بھی حوالوں میں صفحات کے وہی نمبر دیئے گئے ہیں۔ لہذا کسی کتاب کے حوالہ کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس مقالہ کے آخری باب اور کتابیات سے اس کا ایڈیشن اور مطبع وغیرہ معلوم کر لیا جائے۔

امید ہے کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے دلچسپی رکھنے والے اور ان پر مزید کام کرنے والے حضرات کے لئے یہ مقالہ مفید ثابت ہوگا۔

غلام مرسلین

ستمبر ۱۹۷۸ء

شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

# فہرست مضامین

## بہاب اول — سوانح حیات ۱ - ۲۶

۲	نام و نسب
۲	ابوایوب انصاری
۳	شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری
۴	خواجہ جلال الدین
۴	مخدوم بدر الدین
۵	مخدوم نظام الدین
۵	ملا محمد حافظ الدین سہالوی
۵	ملا قطب الدین شہید سہالوی
۷	فرنگی محل میں آباد کاری
۸	فرنگی محل کی وجہ تسمیہ
۹	مولوی عبد الحلیم والد ماجد مولانا عبد الحی
۱۰	شجرہ نسب
۱۰	نسب نامہ مکتوبہ مولانا عبد الحی
۱۳	ولادت اور تعلیم و تربیت
۱۷	عقد نکاح
۱۸	مشاغل زندگی
۱۸	سفر حج
۲۰	ہانسہ شریف کا سفر
۲۱	دہلی کا سفر
۲۲	بہار کا سفر
۲۲	مرض الموت اور وفات
۲۵	اولاد و اقطاب

۲۷

اسافذہ اکرام

۲۷

مولانا عبد الحلیم

۲۸

مولوی نعمت اللہ

۲۹

مولوی خادم حسین

۳۰

شیوخ مجزیین

۳۰

شیخ احمد بن زین دخلان

۳۲

شیخ عبد الفتی بن شاہ ابوسعید

۳۳

سید محمد بن عبد اللہ

۳۷

فلامذہ راشدین

۳۸

مولوی افہام اللہ لکھنوی

۴۰

سید امین بن طہ نصیر آبادی

۴۰

مولوی انوار اللہ

۴۱

مولوی بدیع الزمان لکھنوی

۴۲

مولوی حفیظ اللہ ہمدانی

۴۲

مولوی شہر علی حیدر آبادی

۴۳

مولوی ظہور الاسلام لاہوری

۴۳

مولوی شہر احسن نعمی

۴۴

مولوی عبد الباقی فرنگی محلی

۴۵

مولوی عبد الحلیم و ہلوری

۴۵

مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی

۴۶

مولوی عبد الحمید المصروف بحمد الدین الفراہی



۴۶	مولوی عبد الصمد فرنگی محلی
۴۷	مولوی عبد العلی آسی المدرسی
۴۸	مولوی عبدالغفور رمضان پوری
۴۸	مولوی عبد المجید فرنگی محلی
۴۹	مولوی عبد الوہاب بہاری
۴۹	مولوی عین القضاۃ حیدر آبادی
۵۰	مولوی فتح محمد لکھنوی
۵۰	مولوی قادر بخش شہسراہی
۵۱	مولوی محمد ادیس نگرانی
۵۱	مولوی محمد سلیمان پھلواری
۵۲	مولوی محمد عثمان چٹاوری
۵۲	حکیم محمد یاسین آروی
۵۳	مولوی وحید الزمان حیدر آبادی
۵۴	دیگر فلاسفہ

## باب سوم - اخلاق اوصاف اور طبی خدمات و کمالات — ۱۰۸

### ۵۷ اخلاق و عادات

۵۷	خاموش طبعی و پردہ بازی
۵۷	قتلعت پسندی
۵۸	تواضع و خاکساری
۶۰	شر و فساد سے اجتناب

### ۶۲ افکار و نظریات

۶۲	۱. اتفاق کی شرط
۶۲	اجتہاد کا مسئلہ
۶۴	تقلید کا معاملہ

۶۵ اخلاف بین العلماء

۶۷ دینی مسئلہ

۶۷ حقیقت پسندی

۶۷ امام ابوحنبلہ کی حمایت

۷۳ اعتدال و میانہ روی

۷۷ نصائف کی کثرت و اہمیت اور مقبولیت

۸۸ علماء کی رائیں

۹۲ بعض علمائے معاصرین سے اختلافات

۹۴ مولوی محمد بشیر سہسوائی

۹۷ نواب صدیق حسن خان

۱۰۰ علامہ عبد الحق بن فضل الحق خیر آبادی

۱۰۲ مولوی احمد علی

۱۰۴ محمد حسین لاہوری

۱۰۶ مقام مجتہدیت

باب چہارم - تصنیفات و تالیفات ۱۵۹ - ۱۰۹

۱۱۰ حدیث و فقہ

۱۳۸ منطق و حکمت

۱۴۷ تاریخ و تذکرہ

۱۵۵ علم الصرف

۱۵۶ علم النحو

۱۵۹ علم المناظرہ

۱۶۰ کتابیات

# باب اول

سوانح حیات

معد وستان قدیم زمانہ سے علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ جب مسلمانوں نے اس سرزمین پر قدم رکھا تو یہاں انہوں نے اسلامی علوم و فنون کی بھی داغ بیل ڈالی۔ محدثین، فقہاء، مشائخ اور صوفیہ نے جگہ جگہ علم دین کے چراغ روشن کئے۔ اس کے بعد سلاطین و امراء نے بھی علوم اسلامیہ کی اشاعت میں دلچسپی لی اور اپنے وسائل کے ذریعہ سے اس کی سرپرستی میں حصہ لیا۔ چنانچہ امراء و روسا کی حویلیاں اور ڈیڑھیاں اپنے دامن میں مدارس بھی رکھتی تھیں۔ جہاں ان کی اولاد کے ساتھ ساتھ دیگر طلباء بھی شریکِ درس ہوتے تھے۔ غیر مقامی طلباء کے لئے اقامت اور خورد و نوش کا انتظام بھی ان کی طرف سے ہوتا تھا۔ بعض سلاطین نے ممتاز طلباء و فضلا کو جاگیریں بھی عطا کیں تاکہ وہ فکرِ معاش سے یکسو ہو کر سکون و اطمینان کے ساتھ اپنی تعلیمات پر ہی تعلیم و تدریس کی خدمت میں مشغول رہیں۔ بعض اہل علم نے مساجد ہی میں مستقل درس آراستہ کر لی اور محلہ کے خوشحال مسلمانوں نے ان کی اور طلبہ کی علم کی کفالت کی۔ پھر رفتہ رفتہ عام مدارس کا قیام عمل میں آیا۔

معد وستان میں علوم دینیہ کی اشاعت اور تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں ملکہ کے بعض خاندانوں نے بڑی شہرت و عظمت حاصل کی۔ انہیں میں ایک خاندان علمائے فرنگی محلی لکھنؤ کا ہے۔ بلکہ اس اعتبار سے یہ خاندان مغرب و خصوصیت کا مالک ہے کہ اس میں تقریباً تین سو سال سے مسلسل اور متواتر ایجاب علم و کمال پیدا ہوتے چلے آئے ہیں۔ علم و فضل، عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے یہ خاندان "ابن خاتم تمام آفتاب است" کا مصداق ہے۔ جب سے یہ خاندان فرنگی محل میں سکونت پذیر ہوا۔ فرنگی محل کی شہرت دارالعلم و العمل کی حیثیت سے ملکہ کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور بعض اصحاب علم نے ازراہ نگاہ سنجی اس کو فرنگی محل ہی علم و دانش کا محل تصور کیا۔ باقی درس و تدریس ملا نظام الدین اور ان کے صاحبزادے۔ بحر العلوم مولانا عبد الصلی اس خاندان کے شمس و قمر ہیں اور اس کے نجوم و کواکب کی تصدیق تین سو پچیس زائد ہے۔ اس طویل مدت میں علمائے فرنگی محل کے حلقہائے درس

سے دور و نزدیک کے جو فنکارانِ علم تھے ان کی تعداد تو ہزاروں بلکہ لاکھوں تھے پہنچتی۔ لڑکی محل کے متعدد علماء فلاسف معاش یا کسی دوسری ضرورت کے تحت ملک کے دیگر علاقوں اور شہروں میں بھی پہنچتے۔ لیکن جہاں بھی وہ گئے وہاں انہوں نے علم کی شمع روشن کی جس کے گرد دور دور سے علم کے ہوائے جمع ہو گئے۔ اس طرح اس خاندان کی علمی شمعوں نے ملک کے مختلف اطراف و جوانب کو منور کیا ہے۔ اسی خاندان کی ایک ماہہ ناز شخصیت مولانا عبد الحی کی ذات مقدسہ صلات ہے۔

### نام و نسب :

مولانا کا نام عبد الحی اور کنیت ابو الحسنات ہے۔ ان کا یہ نام خود ان کے والد مولانا عبد الحلیم نے ان کی پیدائش کے ساتویں دن رکھا تھا۔ اس وقت کسی ظریف نے ان سے کہا تھا کہ آپ نے اپنے نام سے حرف نلی کو حذف کر کے صاحبزادے کا نام رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام منہیات شرعیہ سے محفوظ رکھے۔ مطلب یہ تھا کہ عبد الحلیم سے لام اور ہم کو حذف کر کے عبد عبد الحی بن گیا ہے اور لام اور ہم کا مرکب "لم" عربی میں مضارع کے پہلے حرف نلی کے طور پر مستعمل ہے۔ پس لکھ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر اس چیز سے بچائے گا جس کے متعلق شریعت میں نلی یعنی نہیں وارد ہے۔ مولانا کی کنیت ابو الحسنات بھی ان کے والد ماجد ہی نے ان کے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد رکھی۔ لیکن مولانا نے اپنے نام کے شروع میں اکثر محمد بھی لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تقریباً تمام تصانیف کے مقدمہ میں ان کا نام محمد عبد الحی ملتا ہے۔

### ابوایوب انصاری :

مولانا عبد الحی کا سلسلہ نسب مشہور صحابیؓ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے پہنچتا ہے۔ یہ وہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کو رسول اللہؐ کی مزیانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جب آنحضرتؐ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار کا ہر فرد مفتی تھا کہ آپ کے قدم مبارک اس کے گھر کو نہایت بخشنے لیکن

۱۔ مقدمہ التعلیق المجد - ص ۲۸ مقدمہ السامیہ - ص ۲۱ کنز البرکات ص ۲

۲۔ حصرۃ الفحول - ص ۲ التعلیق المجد ص ۲۸

۳۔ مقدمہ السامیہ - ص ۲۱ کنز البرکات ص ۲

آپ نے فرمایا کہ میری ناکہ کو چھوڑ دو۔ وہ مامور من اللہ ہے!۔ یعنی اللہ کی طرف سے ایک مخصوص مقام پر اس کو نہرے کا حکم مل چکا ہے۔ چنانچہ آپ کی ناکہ چلتے چلتے بالآخر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی۔ لہذا آپؓ نے انہیں کے مکان میں قیام فرمایا۔ پھر جب مسجد نبوی اور اس سے متصل جہرات شریفہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو آپ وہاں منتقل ہو گئے!۔

اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اپنے اوپر جہاد لازم کر لیا اور وہ تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ شریک رہے پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بھی جہاد میں برابر حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت میں جہاد میں کی غرض سے روم شریف لے گئے۔ وہاں وقت موعود آ پہنچا۔ ۵۰ھ میں انتقال فرمایا اور قسطنطنیہ کی قسطنطنیہ کے پاس مدفون ہوئے۔ بعض روایات سے آپ کا سال وفات ۵۱ھ اور ۵۲ھ بھی ثابت ہے۔<sup>۲</sup>

### شیخ الاسلام عہد اللہ انصاری :

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے صاحبزادے ابو منصور سلسلہ جہاد ۲۱ھ میں حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ سے خراسان شریف لائے۔ پھر ہرات میں مستقل اقامت فرما کر تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا اور انتقال کے بعد ہرات میں مدفون ہوئے۔ پھر ان کی اولاد میں ایک مکانہ بنو نصر بزرگ شیخ الاسلام عہد اللہ انصاری نمایان ہوئے جن کو شیخ الطائفہ، ہرطریق حضرت خواجہ اور شیخ انصار جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ۳۹۶ھ میں ہرات میں پیدا ہوئے علوم ادبیہ کی تحصیل کے بعد حدیث، تاریخ اور انساب میں کمال پیدا کیا۔ آپ سلوک و تصوف کے امام تھے۔ حکام اور اہل دنیا سے احترام فرماتے تھے اور نہایت باہمت اور

۱۔ اسعد الناہیہ ص ۸۸۔ طبقات ابن سعد ۲۳۶-۲۳۷۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۶۳

۲۔ طبقات ابن سعد ۲۴۰۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵/۳

۳۔ ابوایوب انصاری کے متصل حالات کے لئے دیکھئے۔ اسعد الناہیہ ص ۸۸-۹۰۔

کتاب الاصلیہ ص ۱/۲۳-۸۳۱ ۴۔ انوار الصالحین ص ۲۳۰، ۵۔ سوانح عمری سلطان البرکات

۵۔ مانی درس نظامی ص ۲۶۔

غوش ہوشاک تھے ۔ ۲۸۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی !

آپ کی تصانیف میں کتاب الاربعین ، کتاب الفروق ، منازل السائرین اور مناقب امام احمد بن حنبل مشہور ہیں۔<sup>۱</sup> منازل السائرین کی شرح حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ) نے لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔ ابن قیم کے استاد علامہ ابن قیمہ (۷۴۹ھ) بھی آپ کے بہت مداح تھے۔<sup>۲</sup>

خواجہ جلال الدین :

اس کے بعد شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری کی اولاد میں ایک بزرگ خواجہ جلال الدین پیدا ہوئے۔ وہ پھر جہاد ہندوستان شریف لائے اور قرعہ سرسل میں قیام فرما کر ایک مسجد اور ایک خانقاہ بنوائی۔ پھر وہیں حدیث علم میں مصروف رہے۔

مخدوم بدر الدین :

پھر خواجہ جلال الدین کی نسل میں ایک بزرگ مخدوم بدر الدین ظہور پذیر ہوئے۔ انہوں نے علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال بہم پہنچایا اور دہلی میں اقامت گزین ہوئے۔ پھر مظاہر شمسہ (قطب کی لائے) کے نزدیک ایک مدرسہ قائم کر کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آخر عمر میں حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی (۷۵۵ھ) سے بیعت ہوئے۔ پھر ان سے اجازت و خلافت حاصل کر کے دہلی کے قریب موضع برتاوہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ جو دہلی سے متعرا جانے والے راستہ پر واقع ہے۔ آپ نے ۷۸۸ھ میں وفات پائی۔<sup>۳</sup>

۱ - تذکرۃ الحفاظ - ۱۱۹۰

۲ - تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۸۲

۳ - طبقات کبری للسیکی

۴ - تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۷۸ - احوال فلا علمائے فرنگی محل - ص ۸

مرآۃ الانساب - ص ۱۲۲

۵ - تفصیل کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۸۰ - ۸۶ - ۲۰ - شاعر عالم ص: ۱۵۹ - ۱۷۷

۶ - تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۷۸ - احوال علمائے فرنگی محل ص ۸





دنیائے علم و فضل میں "قطب الدین شہید" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی ولادت سہالی میں قریباً ۱۰۲۰ھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم اپنے والد مولانا عبد الحلیم سے لاہور میں حاصل کی جہاں وہ ایک مدرسہ میں تدریس خدمت پر مامور تھے۔ پھر تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم مقولات و موقوفات سے فراغت حاصل کر کے سہالی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ آپ کا طریقہ تعلیم و تفہیم اتنا عمدہ اور دلنشین تھا کہ مشکل مباحث اور پیچیدہ مسائل کو بھی بڑی آسانی سے سمجھ جائے اور قلیل مدت میں تمام درسیات سے فراغت حاصل کر لیتے تھے۔

مولانا آزاد بنگالی نے آپ کو تمام اساتذہ، مفتدائے جہانگیرہ، صدن ظلیات اور مخزن تعلیمات جیسے جلیل الشان القاب سے نوازا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس وقت هندوستان کے اکثر علماء کا سلسلہ اساتذہ آپ تک منہیں ہوتا ہے۔

ملا قطب الدین شہید چالیس سال کی عمر میں حضرت قاضی صدر الدین عرف قاضی کھاسی سے بیعت ہوئے۔ اس کے بعد آپ کا معمول ہو گیا کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو آپ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے، باقی ایام میں طلباء کو درس دیتے اور ہمیشہ رات کا آخری حصہ عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد نصف درجہ سے زائد ہے۔ لیکن واقعہ شہادت میں آپ کا کتب خانہ بھی جلا دیا گیا۔ اس لئے اب آپ کی کوئی تالیف موجود نہیں ہے۔ صرف تصانیف کے نام باقی ہیں۔

شہادت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ سہالی میں انصاری شیوخ کے علاوہ صفائی شیوخ کا خاندان بھی آباد تھا اور ان دونوں خاندانوں کے درمیان زمینداری کے سلسلہ

۱۔ باقی درس نظامی - ص ۲۹

۲۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۹ - فرحۃ الناظرین ص ۱۹۹ / پ

۳۔ باقی درس نظامی - ص ۲۲

۴۔ سہفہ العرجان ص ۷۶

۵۔ حالاتِ پیلے دیکھئے: بس نزمۃ الخواطر ۱۷۷/۵ - ۶۔ باقی درس نظامی ص ۲۶ - تذکرہ علمائے

فرنگی محل ص ۱۲، احوال علمائے فرنگی محل - ص ۱۱،

میں دیر تک نزاع چلی آ رہی تھی۔ ملا قطب الدین شہید سے شہنشاہ عالمگیر کو بھی خطبت تھی<sup>۱</sup>۔ چنانچہ آپ کے پاس عالمگیر کے خطوط بھی آئے رہتے تھے۔ اور شاہی ملا زمین بھی وقتاً فوقتاً حاضر ہوا کرتے تھے۔ ظاہراً آپ کی وجہ امت و عظمت اور مہولیت کی وجہ سے مخالفین کے ظالمانہ حوصلے بھی نہیں مڑتے تھے۔ اس لئے ان بد بختوں کو آپ ہی کی ذات کربا سے عداوت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ان کی ایک بڑی تعداد نے دوشنبہ ۱۹ رجب ۱۱۰۲ کو آپ کے مکان پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کے پاس اس وقت جو طلاہ اور دیگر اشخاص تھے ان میں سے بھی بعضوں کو شہید اور کچھ کو زخمی کر ڈالا<sup>۲</sup>۔

### فرنگی محفل میں آسمان کاری :

ملا قطب الدین کی شہادت کے وقت آپ کے بڑے صاحبزادے ملا محمد اسعد دکن میں اورنگ زیب عالمگیر کے پاس تھے۔ وہیں ان کو والد ماجد کی شہادت کی اطلاع ملی۔ انہیں اس کے بعد وہ بحر وطن واپس نہیں آئے<sup>۳</sup>۔ دوسرے بیٹے ملا محمد سعید واقعہ شہادت میں زخمی ہو گئے تھے۔ جب ہنگامہ فرو ہوا اور کچھ سکون ملا تو انہوں نے سہاں کے محل کو نا سازگار دیکھ کر ترک وطن کا قصد کر لیا۔ پھر ایک محضر نامہ تیار کر کے دکن پہنچے اور اپنے بھائی کی وساطت سے عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے پیش کیا۔ عالمگیر نے ملا قطب الدین کی شہادت اور ان کے ہمسافران کی مظلومیت پر بہت احساس کا اظہار کیا اور مامعید کی خواہش کے مطابق لکھنؤ کی حویلی فرنگی کو ان کے اہل و عیال کی سکونت کے لئے مقرر کر کے ان کا فرمان صادر کر دیا<sup>۴</sup>۔ ملا محمد شاہی فرمان لے کر واپس آئے اور اپنے گھر والوں کو سہاں سے منتقل کر کے حویلی فرنگی قلعہ لکھنؤ میں آباد کیا<sup>۵</sup>۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں چھوٹے بھائی بھی تھے۔ ایک نظام الدین جنکی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ جو بعد میں

۱۔ فرحت المظاہرین ورق ۱۹۹/ب ہم نمبر ۲۵۲ - ۲۵۴

۲۔ شہادت کے اسباب و تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ہائی درس نظامی - ص ۲۱ و مامعید تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲ - ۱۳

۳۔ ہائی درس نظامی - ص ۲۹

۴۔ محضر نامہ کی عکس تصویر اور نقل کے لئے دیکھئے۔ ہائی درس نظامی ص ۲۸ و مامعید

۵۔ شاہی فرمان کی نقل اور اس کی عکس تصویر کے لئے دیکھئے۔ ہائی درس نظامی ص ۶۷

۶۔ بحر العلوم ص ۷

علم و فضل کے اعتبار سے سب بھائیوں سے زیادہ ممتاز اور باقی درس نظامی کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ دوسرے محمد رضا جو جلیون بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے<sup>۱</sup>۔

فرنگی محل کی وجہ تسمیہ :

مولانا عبد الہاری نے فرنگی محل کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی ہے کہ محل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ میں ایک فرانسیسی تاجر مسلمان کی حیثیت سے هندوستان آیا۔ اس نے اپنی اقامت کے لئے لکھنؤ میں ایک وسیع مکان تعمیر کرایا جو چھوٹی فرنگی یا فرنگی محل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پھر جب اس تاجر کے قیام و امان کی مدت ختم ہو گئی تو وہ لکھنؤ سے واپس چلا گیا اور یہ مکان اس زمانے کے قانون کے مطابق فرولو جائداد کی حیثیت سے بہت المال میں شامل کر لیا گیا<sup>۲</sup>۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب ملا قطب الدین شہید کی اولاد نے ترک وطن کر کے کسی دوسری جگہ آباد ہونے کا ارادہ کیا تو شہنشاہ عالمگیر نے یہ مکان ان کو عطا کر دیا۔ لیکن اس کا قدم نام بدستور باقی رہا۔ یہ اصل وجہ تسمیہ ہے<sup>۳</sup>۔

اس کے بعد مولانا عبد الہاری نے اس سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعض انسانی طلباء اور دیگر اشخاص یہ خیال کر رہے ہیں کہ یہ لفظ اصل میں فرنگی تھا جس کے معنی علم و دانش کے ہونے میں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ تو جہہ بہرحال ابھی اور اس مکان کے لائق ہے<sup>۴</sup>۔

الفرض ۱۱۰۵ھ میں ملا قطب الدین شہید کی اولاد اس طرح فرنگی محل میں سکونت پذیر ہوئی۔ اس وقت سے آج تک تمام علمائے فرنگی محل آپ ہی کی نسل سے ہیں۔

۱۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۷۱۰

۲۔ مسلم ثقافت هندوستان میں - ص ۲۶۷

۳۔ آثار الاول ص ۷۵

۴۔ " " " " " ۵

مولانا عبد الحلیم کی ولادت ۲۱ شعبان ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔ ۱۔ دس سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کر لیا۔ اس کے بعد صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد مولوی امین اللہ سے پڑھیں۔ پھر جب ۱۲۵۲ھ میں مولوی امین اللہ کا انتقال ہو گیا تو بعض کتب درسیہ مثلاً شرح وقایہ، نور الانوار اور شرح عقائد صفیہ وغیرہ اپنے والد کے جہاں مفتی محمد اصغر سے پڑھیں اور عظیم النصابی کی مشہور کتاب قللیں المطلق کی شرح کا کچھ حصہ ان کے والد کے نانا مفتی ظہور اللہ نے ان کو پڑھایا۔ پھر جب ۱۲۵۵ھ میں مفتی محمد اصغر کا بھی انتقال ہو گیا تو انہوں نے باقی کتا<sup>ب</sup>یں مفتی محمد یوسف سے پڑھیں اور فقہون رہا کی تعلیم اپنے مامون مولوی نعمت بن مولوی نور اللہ سے حاصل کی۔

جب تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو پہلے وطن ہی میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر ۱۲۶۰ھ میں بائندہ شریف لے گئے اور وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں تعلیمی خدمت پر مامور ہوئے۔ تقریباً نو سال تک وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس کے بعد جونپور چلے گئے وہاں ایک مشہور رئیس حاجی امام بخش<sup>۴</sup> (۱۲۷۸ھ بمطابق) نے اپنے مدرسہ کا نظم و نسق ان کے سپرد کر دیا۔<sup>۵</sup> چنانچہ وہاں عرصہ

- ۱ - مقدمة السعاية ص ۱۷ مقدمة عمدة الرعاية ص ۲۷  
۲ - " " " " " " ۲۷-۲۸  
۳ -  
۴ - تفصيل حالات كبح لثني ديكشني • تاريخ شهرار هند جونیور ص ۱۱ - ۸۱۰  
۵ - مقدمة السعاية ص ۱۸ مقدمة عمدة الرعاية ص ۲۸

۱۰ افتاد و قدس کی خدمت انجام دیتے رہے اور اسی کے ساعد ساعد نصیب و نالہ کا کلام بھی کرتے رہے۔ بالادہ اور جو پور کے قیام کے دوران طلباء کی ایک بڑی تعداد آپ سے مستفید ہوئی۔ اس طرح آپ کے فضائل، فتاویٰ اور تصانیف کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور معاصر علماء و فضلا اور اساتذہ پر آپ کو فوقیت حاصل ہوئی!

اس کے بعد ۱۲۷۷ھ میں آپ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے اور وہاں وزیر السلطنت نواب مختار الملک بہادر<sup>۱</sup> (۱۳۰۰-۲۰م) کے سرکاری مدرسہ میں آپ کا قیام ہو گیا۔ پھر کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ آپ مدرسہ سے مستقل ہو گئے اور اہل و عیال کے ساتھ ۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ وہاں کے علماء نے آپ کا بہت احترام کیا اور آپ کو اجازت عطا کی۔ ان علماء میں مکہ مکرمہ کے مفتی حنفیہ مولانا محمد جمال حنفی<sup>۲</sup> (۱۲۸۴ھ) مفتی شافعیہ مولانا احمد بن دحلان شافعی<sup>۳</sup> (۱۳۰۰م) شیخ الادلائل مولانا علی حسینی مدنی<sup>۴</sup> مولانا عبد العزیز دہلوی<sup>۵</sup> (۱۲۹۶ھ بمطابق) اور مولانا عبد الرشید مجتبیٰ دہلوی<sup>۶</sup> (م ۱۲۸۷) وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شیخ عبد العزیز دہلوی<sup>۷</sup> (م ۱۲۹۶) کے شاگرد مولانا حسین احمد طبع آبادی<sup>۸</sup> (۱۲۷۶ھ) کی اجازت آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھی!

حج و زیارات سے فارغ ہو کر ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں آپ حیدرآباد واپس آئے تو عدالت عالیہ دیوانہ کا انتظام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس ذمہ داری کو بھی آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔ وقتاً فوقتاً آپ لکھنؤ بھی تشریف لائے رہے آخر کار بھڑدوشہ

- 
- ۱ - مقدمة عمدة الرعاية ص ۲۸
  - ۲ - تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے نزہۃ الخواطر ۱۰۶-۷/۷
  - ۳ - مقدمة السماية ص ۱۸ مقدمة عمدة الرعاية ص ۲۸
  - ۴ -
  - ۵ - تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ملب دوم ص ۳۱-۳۲
  - ۶ - تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ملب دوم ص ۳۲-۳۳
  - ۷ - نزہۃ الخواطر ص ۲۶۱/۷
  - ۸ - نزہۃ الخواطر ۲۶۷-۷/۷
  - ۹ - نزہۃ الخواطر ۲۶۷-۷/۷
  - ۱۰ - مقدمة السماية ص ۱۸ مقدمة عمدة الرعاية ص ۲۸

۲۹ شعبان ۱۲۸۵ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمایا۔

مولانا عبد الحلیم بنی جید عالم تھے۔ علوم ظاہر کے ساعدہ ساعدہ علوم ظاہر میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ متعدد کتب متداولہ پر حواشی لکھے اور ان کے علاوہ منقول رسائل اور کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی چھوٹی بڑی تمام تصانیف کی تعداد تین درجن کے قریب ہے جن میں سے چند یہ ہیں:-

”حل المسائل فی شرح المقائد“ نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن، غیۃ الکلام فی بیان الحلال والحرام، نور الاقطار حاشیۃ نور الانوار، احوال سائر العربین، القول الاکمل لکل شرح مسلم، مبین الفاسقین فی رد المضالین<sup>۲</sup>۔

شجرہ نسب :

مذکورہ بیان مولانا عبد الحلیم کے نسب نامہ کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آ گیا ہے۔ اس سے آپ کی نسبی شرافت، خاندانی وجاہت اور علمی وراثت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تفصیل نسب نامہ خود آپ کی تصانیف کے مضامین اس طرف سے۔

نسب نامہ منقولہ مولانا عبد الحلیم<sup>۲</sup>

- |                      |                      |
|----------------------|----------------------|
| ۱۔ مولانا عبد الحلیم | ۲۔ مولانا عبد الحلیم |
| ۲۔ مولانا امین اللہ  | ۳۔ مولانا محمد اکبر  |
| ۵۔ مولانا ابو الرحم  | ۶۔ مولانا عبد محبوب  |
| ۷۔ مولانا عبد المزیز | ۸۔ مولانا احمد صمد   |

۱۔ مقدمۃ السیاقہ ص ۱۸۔ مقدمۃ الرعاۃ ص ۲۸

۲۔ باقی تصانیف کے لئے دیکھئے مقدمۃ الرعاۃ ص ۲۸

۳۔ دیکھئے حیرۃ العالم ص ۸۲-۸۳

- |                                  |                            |
|----------------------------------|----------------------------|
| ۱۰ - مولانا عبد الحلیم           | ۹ - مولانا قطب الدین شہید  |
| ۱۲ - مولانا احمد                 | ۱۱ - مولانا عبد الکریم     |
| ۱۴ - شیخ فضل اللہ                | ۱۳ - حافظ الدین محمد       |
| ۱۶ - شیخ نظام الدین              | ۱۵ - شیخ محی الدین         |
| ۱۸ - مولانا اسحاق                | ۱۷ - شیخ علاء الدین الہروی |
| ۲۰ - مولانا داؤد                 | ۱۹ - مولانا اسحق           |
| ۲۲ - مولانا جمال الدین           | ۲۱ - مولانا عزیز الدین     |
| ۲۴ - خواجہ فہک الدین             | ۲۳ - خواجہ دوست محمد       |
| ۲۶ - خواجہ حبیب اللہ             | ۲۵ - خواجہ ہزار الدین      |
| ۲۸ - خواجہ جلال الدین            | ۲۷ - خواجہ شمس الدین       |
| ۳۰ - خواجہ سلطان محمد            | ۲۹ - خواجہ ظہیر الدین      |
| ۳۲ - خواجہ شہاب الدین            | ۳۱ - خواجہ نظام الدین      |
| ۳۴ - جابر                        | ۳۳ - ایوب                  |
| ۳۶ - شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری | ۳۵ - قری الہاری            |
| ۳۸ - ابوہاشم                     | ۳۷ - ابو منصور محمد        |
| ۴۰ - احمد                        | ۳۹ - محمد                  |
| ۴۲ - جعفر                        | ۴۱ - علی                   |
| ۴۴ - ابویوب انصاری رجب اللہ علیہ | ۴۳ - منصور                 |

مولانا عبد الحی کا تحریر کردہ مذکورہ نسب نامہ اس نسب نامہ سے بڑی حد تک مطابقت رکھتا ہے جو انصاری لکھتے مولفہ مولوی ولی اللہ (۱۱۸۲ھ-۱۲۷۰ھ) کے آخر میں بطور ضمیمہ درج ہے۔ اور جس کو مولف کے صاحبزادے مولوی انصام اللہ (۱۲۲۱ھ) نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد مرتب کیا تھا۔ غالباً یہ نسب نامہ مولانا عبد الحی کے پیش نظر منظر رہا ہوگا کیونکہ مولانا عبد الحی علمائے فرنگی محل میں سب سے زیادہ

مولوی ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے<sup>۱</sup>۔ اس کے ہا وجود نسب ناموں میں جلد مقامات پر اختلاف ہے۔ افسان اربعہ کے نسب نامہ میں نمبر ۱۵ صی الدین اور ۱۶ نظام الدین کے درمیان ایک نام شرف الدین زائد ہے۔ اسی طرح نمبر ۲۲ شہاب الدین اور ۲۳ ایوب کے درمیان خواجہ غوث اور نمبر ۲۴ ابو منصور اور ۲۸ ابو حسان کے درمیان جعفر کے دو نام زائد ہیں۔ اسی طرح ۲۲ جابر اور ۲۵ قری الہاری کے بجائے جابر قری ہاری ایک ہی نام کی حیثیت سے درج ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف ان دونوں نسب ناموں کے درمیان نہیں ہے۔

لیکن جو نسب نامے بعض دوسری کتابوں<sup>۲</sup> میں مندرج ہیں وہ مذکورہ بالا نسب نامہ سے بہت مختلف ہیں۔ بہر حال شروع سے نمبر ۱۴ شیخ فضل اللہ کے تمام نسب نامے مطلق ہیں۔ اس کے علاوہ اس بارے میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ شیخ فضل اللہ کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری کے پہلے کر حضرات ابو ایوب انصاری کے مظہری ہوتا ہے پس جو کچھ اختلاف پایا جاتا ہے وہ ان تینوں حضرات کے درمیانی سلسلے میں ہے۔ مولوی عطاء اللہ نے افسان اربعہ کے نسب نامہ کو قرین قیاس بتایا ہے<sup>۳</sup>۔

### ولادت اور تعلیم و تربیت :

مولانا عبد الحی کی ولادت یوم سہ شہہ ۲۶ ذی القعدہ ۱۲۶۴ھ کو برہی کے شہر ہاندہ میں ہوئی جبکہ وہاں ان کے والد ایک مدرسہ میں ملازم تھے۔ یہی سال ولادت اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ لیکن مولوی نصیح اللہ نے سال ولادت ۱۲۶۵ھ بتایا ہے اور اس کے ساند مصرع تاریخ " مہر الاک حشمت والہال " لکھا ہے<sup>۱</sup>۔

- ۱ - تذکرہ علمائے فرنگی محل - ص ۱۹۸ ۲ - افسان اربعہ ص ۱
- ۳ - دیکھئے مرآۃ الاسلب ص ۱۲۲ - ۱۲۳ احوال علمائے فرنگی محل ص ۶-۱۰
- ۴ - تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۶
- ۵ - حسرة العالم ص ۸۴ ، معجم المطبوعات ص ۱۵۹۵ ، قد مدہ التعلیق المجد ص ۲۸
- قد مدہ الرعاية ص ۲۹ - قد مدہ السامیہ ص ۲۱
- ۶ - تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۱





مولوی ظہور علی کی مذکورہ سہرت اور کلمت سے یہ تھپاس کرنا بجا نہ ہوگا کہ ان کی صاحبزادی ایک نہایت دہندار، تربیت یافتہ اور سلیقہ مند خاتون تھیں۔ اس زمانہ کے آخری مہلت میں مولانا عبد الحی نے پرورش پائی۔

جب مولانا کی عمر چار سال کی ہوئی تو ان کے والد باپا سے وطن چلے آئے اور تقریباً ایک سال تک لکھنؤ میں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں مولانا کی پانچویں تعلیم شروع ہوئی اور قرأت فاضلہ کی تربیت عمل میں آئی۔ اس تربیت کے مصلوق مولانا نے لکھا ہے کہ ہمیں اس سے میرا حلقہ بہت اچھا لگا یہاں کہ کہ تربیت فاضلہ کے تمام واقعات مجھے اسی طرح یاد ہیں کہ گویا سارا منظر آنکھوں کے سامنے ہے حالانکہ اس وقت میری عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ بلکہ بعض باتیں مجھے اس زمانہ کی بھی یاد ہیں جبکہ میں تقریباً تین سال کا تھا۔

غرض لکھنؤ میں مولانا نے حافظ قاسم علی لکھنوی سے حفظ قرآن شروع کیا۔ پھر ابھی بارہ مہینے ہمارے ہی ختم نہ ہو پائے تھے کہ ان کے والد ماجد ان کی والدہ کے ساتھ ان کو بھی صحرا لکھنؤ چلے گئے اور وہاں حاجی امام بخش کے مدرسہ میں ملازم ہو گئے۔ جونہی میں مولانا عبد الحی نے حافظ ابراہیم پوریؒ سے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی کے ساتھ ان کے والد بھی ان کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے!

مولانا عبد الحی اپنے والد کے اکتوفے پہلے تھے۔ اس لئے ان کے والد کو خاص طور پر ان کی تعلیم کی بہت فکر تھی اور وہ اپنا زیادہ وقت ان کی تعلیم و تربیت میں صرف کرتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں مولانا عبد الحی کو پڑھنے لکھنے کی طرف بالکل رغبت نہیں تھی اس وقت ان کی عمر تقریباً سات آٹھ برس کی تھی۔ وہ نہایت بد شوق اور کھیل کود کی جانب مائل تھے۔ اور باوجود والد کی سخت کوشش کے تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے والد آپ کی طرف سے مایوس تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس بوسہ مری بد فطرتی

ہے کہ یہ لڑکا اس قدر بد شوی ہے ۔ اب علم میری خاندان سے ۔ لا جائیگا ۔

لیکن پھر رفتہ رفتہ مولانا کی طبیعت بڑھنے کی طرف مائل ہونے لگی اور انہوں نے جونہی ہی میں دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کر لیا اور تراویح میں پورا قرآن سنا۔ اس کے بعد سے وہ ہر تراویح میں قرآن شریف پڑھتے رہے۔

حفظ قرآن کے دوران مولانا نے اپنے والد سے فارسی کی بعض کتابیں بھی پڑھ لی  
تھیں اور کلمہ بد خط بھی سیکھ لیا تھا۔ پھر حفظ قرآن سے فراغت پانے کے بعد والد ماجد  
ہیں سے بھی کئی درسی کتابیں پڑھ لی شروع کردہیں اور فارسی اور ابتدائی حساب کی تحصیل مولوی  
خادم حسین مظفر پوری سے کی جو ان کے والد کے ارشد علامہ اور مخصوص ترین اصحاب میں  
سے تھے۔

اسی دوران مولانا کے والد ماجد ۱۲۴۶ھ میں جونپور سے وطن واپس چلے آئے۔ پھر دعوتِ حق کے عرصہ کے بعد ۱۲۴۷ھ میں حیدرآباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ جہاں ایک سرکاری مدرسہ میں ان کا تصور ہو گیا۔ ان تمام استاد میں انہوں نے اپنے لائق فرزند کو برابر اپنے ساتھ رکھا اور ان کی تعلیم کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔ چنانچہ حیدرآباد میں بھی مولانا کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر ۱۲۴۹ھ میں ان کے والد ان کو اور ان کی والدہ کو ہمراہ لے کر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں انہوں نے متعدد علمائے کبار سے ملاقات کی اور مولانا کا بھی ان سے تعارف کرایا۔

مطرح سے واپسی کے بعد حیدرآباد میں عدالت عالیہ کے عہدہ پر مولانا کے والد کا ظہور ہو گیا۔ اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ انہوں نے مولانا کی تعلیم کا سلسلہ بھی بدستور جاری رکھا۔ اس ضمن میں مولانا نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور تمام کتب متعلیٰ و معقول

۱ - مذکورہ علمائے فرنگی محل ۱۳۷

٢ - مقدمة السامية ص ٢١ ، الفوائد البعثة ١٩٤٤

۲ - تذکرہ فرنگی محل ۱۳۱۰

٢ - سرية العالم ص ٨٥ وما بعد -

سب اپنے والد ہی سے پڑھیں۔ یہاں تک کہ ۱۲۸۲ھ تک وہ تحصیل علوم سے تقریباً فارغ ہو گئے جبکہ ان کی عمر ابھی سترہ سال کی تھی۔<sup>۱</sup>

غرض ۱۲۸۵ھ میں جس وقت مولانا کے والد ماجد کا انتقال ہوا وہ مکمل طور پر ہر فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد صرف ریاضی و نجوم کی چند کتابیں انہوں نے اپنے والد کے سامنے اور استاد مولوی نعمت اللہ بن مولوی نور اللہ سے پڑھیں۔ جس کے متعلق ان کے استاد کا خیال تھا کہ جس حصولِ بچہ کے لئے پڑھ رہے ہیں وہ غیبت کا سوال نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

مولانا چونکہ بہت ذہین، محقق اور طباع تھے، اس لئے ریاضی و نجوم وغیرہ کی کتابیں بھی انہوں نے بڑی دلچسپی سے پڑھیں اور بہت جلد ان علوم میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ چنانچہ اسی زمانہ میں انہوں نے ایک خواب دیکھا جس کا ذکر وہ اس طرح کرتے ہیں کہ میں نے محقق نصر الدین طولانی کے خواب میں دیکھا اور ان سے کچھ مسائل کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے اس فن کے سائنس کے اشغال پر میری تعریف کی اور خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ پھر اس فن میں حصولِ کمال کی مجھے بشارت دی۔<sup>۳</sup>

### عقد نکاح :

مولانا عبدالحی کا عقد نکاح ان کے والد ماجد کے انتقال سے تقریباً دو سال پہلے ہو چکا تھا۔ اس وقت ان کی عمر انیس سال کی تھی۔ ان کے والد جمادی الاخریٰ ۱۲۸۳ھ میں حیدرآباد سے رخصت لے کر اپنے وطن اصلی لکھنؤ چلے آئے اور یہاں ایک سال تک قیام کیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے مولانا کا عقد نکاح ان کے چچا مولوی حافظ محمد مہدی بن مفتی محمد یوسف کی صاحبزادی کے ساتھ کر دیا۔ مولوی محمد مہدی فارغ التحصیل عالم تھے۔ درس و تدریس کا موقع تو نہیں ملا لیکن اپنے والد کی قائم مقامی میں

۱۔ عقد مدد الرعاية ص ۲۹۔ مقدمة السیاسة ص ۲۱۔ الفوائد الحمیدہ ص ۱۶۵۔

۲۔ عقد مدد الرعاية ص ۲۹۔ ۳۰۔ تذکرہ علمائے کثر الحركات ص ۶۔

۳۔ عقد مدد الرعاية ص ۲۰۔ فرنگی محل ص ۱۳۱۔

۴۔ حسرة العالم ص ۹۰۔

۵۔ حالات زندگی کے لئے دیکھئے ص ۷۶ - ۱۵۹ (مشاعر عالم)

مغولی افکار رہے۔ سرکار انگریزی سے عہدہ رجسٹری بھی آپ کے سپرد تھا۔ آپ کا عقد مولانا بحر العلوم کے بیٹے مولانا عبد الحکم کی دختر سے ہوا تھا۔ انہیں کے وطن سے دو صاحبزادی پیدا ہوئیں جو مولانا عبد الحس کے عقد نکاح میں آئیں۔

### مشاغل زندگی :

تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مولانا نے اپنی زندگی خدمتِ علم کے لئے وقف کر دی۔ ان کے والد حیدر آباد میں دیوانی عدالت کے ناظم تھے ان کے انتقال کے وقت مولانا بچہ حیدر آباد ہی میں موجود تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد یہ منصب ان کو پیش کیا گیا اور ان کے حیدر آبادی اعزہ نے بھی اسرار کیا کہ اپنے والد کی اس جگہ کو اب وہ سنبھالیں لیکن انہوں نے اس خیال سے اس پیشکش کو قبول نہ کیا کہ اس کی وجہ سے علمی مشاغل میں خلل واقع ہوگا اور وہ پوری زندگی سے علم کی خدمت انجام نہ دے سکیں گے۔ چنانچہ وہ حیدر آباد ہی میں عرصہ تک درس و تلامذہ میں مشغول رہے اور ۱۲۹۲ھ میں وہاں سے رخصت ہو کر دوبارہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پھر حرمین سے سیدھے وطن واپس چلے آئے اور وہیں علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ نظام حیدر آباد کی جانب سے ان کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار وظیفہ جاری کر دیا گیا۔ اس پر انہوں نے قناعت کی۔ پھر اسکے بعد کہیں ملازمت نہیں کی اور نہ کوئی کاروبار ہی کیا۔ بلکہ وطن ہی میں حکم رو کر مرنے دم تک دن رات تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

### سفر حج :

مولانا عبد الحس دومرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے متصرف ہوئے۔ پہلی بار ۱۲۷۹ھ میں یہ سعادت ان کو حاصل ہوئی۔ جس کی تفصیل خود ان کے بیان کے مطابق

۱۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۷۹

۲۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۱ الأیوبیۃ للفاضلہ ص ۱۳

۳۔ نزہۃ الخواطر ۲۳۲/۸

۴۔ آثار الاول ص ۲۳

اس طرح ہے کہ وہ حیدرآباد سے اپنے والد کے ہمراہ رجب ۱۲۷۱ھ میں پہلی گئے اور شہان کے مہینے میں ایک ماہ باقی جہاز پر سوار ہو کر رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو۱ الحدید پہنچے۔ وہاں انہوں نے دس روز قیام کیا۔ اس دوران ان کے والد نے وہاں کچھ قیمتی اور نادر کتابیں خریدیں۔ پھر وہاں سے کوچ کیا تو راستہ میں باد مخالف کی وجہ سے ان کا جہاز طوفان کی زد میں آگیا جس کی وجہ سے جدہ کے بجائے مقام "لہس"۲ پران کو اترنا پڑا۔ پھر وہاں سے خشکی کے راستہ سے چار دن سفر کر کے رمضان کے آخری عشرہ میں مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اور ایام حج تک وہیں مقیم رہے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد ذی الحجۃ کے آخری عشرہ میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اور حرم کی دوسری تاریخ کو وہاں پہنچے۔ مدینہ منورہ میں آٹھ دن قیام کرنے کے بعد عاشوراکے دن پھر عازم مکہ ہوئے اور سفر کی دسویں تاریخ تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہاں سے جدہ پہنچ کر بحری جہاز میں سوار ہوئے اور صبح الاول کے درمیان عشرہ میں پہلی واپس آگئے۔۳

دوسری بار مولانا نے اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۲۹۲ھ میں حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۵ شوال ۱۲۹۲ھ کو وہ حیدرآباد سے رخصت لے کر روانہ ہوئے۔ پھر ۲۱ شوال کو ایک داخلی جہاز میں سوار ہو کر ذی القعدہ کی پانچویں تاریخ کو جدہ پہنچے اور وہاں سے روانہ ہو کر ذی القعدہ کی دسویں تاریخ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ پھر وہیں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کے دن فریضہ حج ادا کیا۔ اس کے بعد ۲۱ ذی الحجۃ کو مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ اور حرم کی پانچویں تاریخ کو وہاں پہنچے۔ وہاں دس روز قیام کرنے کے بعد ۱۵ محرم کو مکہ معظمہ واپس آگئے۔ جلد روز کے بعد جدہ

---

۱۔ حدیدہ میں کا ایک مشہور شہر ہے جو بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ یہاں ایک اچھا بازار اور متعدد مساجد ہیں۔ اس کا پندر گاہ شمال کی طرف سے تو محفوظ ہے لیکن جنوبی علاقوں کیلئے بالکل کھلا ہوا ہے۔ (دائرۃ المعارف ۶/۵۵۴)

۲۔ یہ لفظ مصادر کی کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ ایک دوسرا لفظ "محمم" (باللہ) ان میں موجود ہے جس کے معنی یہ درج ہیں کہ وہ مستدر کے کنارے ایک وادی یا جہاز کے ایک مقام کا نام ہے۔ ۳۔ الفوائد البیہکۃ - ص ۱۹۷ -

آئے اور سفر کی آفتابیں تاریخ کو جہاز میں سوار ہو کر ۲۱ سفر کو پہنچ آئے۔ بحرین سے سیدھے اپنے وطن لکھنؤ ۵ ربیع الاول کو آ گئے۔

وطن واپس آ کر مولانا نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسی سال ہجرت حرمین کے لئے مواقع اور آسائشیں بھیجائے۔ اور وہیں موت واقع ہو۔ لیکن اس کے بعد مولانا کو پھر یہ موقع نصیب نہ ہو سکا۔

### ہمایونہ شریف کا سفر :

مولانا عبدالحق ہمایونہ شریف متعدد بار شریف لے گئے ہیں کیونکہ وہ ان کے وطن سے قریب بھی تھا اور ان کے اسلاف کو وہاں کے بزرگوں سے عقیدت و ارادت بھی تھی۔ لیکن ہمایونہ شریف کے صرف دو سفروں کا کچھ تذکرہ کتبوں میں ملتا ہے۔ ایک بار جو وہاں جانے کی صورت اس طرح پیش آئی کہ جب شادی کے بعد کچھ عرصہ تک مولانا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو آپ کی والدہ نے اولاد کی نعمت میں آپ کو ہمایونہ شریف جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ وہاں شریف لے گئے۔ پھر حضرت سید السادات شاہ عبدالرزاق ہامسوی (۱۳۵ھ) کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور جلد ہاندہ کر وطن واپس آئے۔ اس کے بعد اللہ نے آپ کو متعدد اولاد عطا کی جن میں زندہ صرف ایک صاحبزادی رہی۔

پھر دوسری بار مولانا اس زمانہ میں ہمایونہ شریف لے گئے تھے جبکہ آپ کو درد شکم کی شکایت لاحق ہو گئی تھی۔ آپ نے کافی علاج کیا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو آپ کی والدہ خود آپ کو ہمراہ لے کر ہمایونہ شریف حاضر ہوئیں۔ وہاں مولانا کی والدہ نے درگاہ شریف کے حبرہ میں قیام کیا لیکن مولانا خود کسی دوسری جگہ ٹھہر گئے۔ روزانہ صبح کو

۱۔ اللوات البیہ ص ۱۶۴-۱۶۱

۲۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶۸

۳۔ حالات کے لئے دیکھئے۔ بحر العلوم ص ۱۰-۹

۴۔ تذکرہ طوائف فرنگی محل ص ۱۳۵

ایک دن حسب معمول جب آپ اپنی والدہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو ہاتھ کا ایک پھڑکا کر دیا۔ آپ نے اسے ٹوٹ کر مالا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا ہاتھ دیا۔ آپ نے اٹھے بھی کھا لیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کی والدہ نے پوچھا کہ تم کو ہاں کھانے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ آپ نے تعجب کے ساتھ جواب دیا کہ تکلیف کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ تو آپ کی والدہ نے فرمایا دونوں مرتبہ ہاں میں تھپاکو شامل تھی اور تھپاکو کھانے سے تم کو استفراغ ہو جاتا تھا اور بہت تکلیف ہوتی تھی۔ مولانا نے عرض کیا کہ اس وقت تو مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ تب آپ کی والدہ نے بیان کیا کہ رات میں نے حضرت سید السادات کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک پتی تھی اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اسے عہد الہی کو کھلایا کرو۔ میں اس پتی کو پہچان نہیں سکی تھی اس وقت جب تم آئے اور میں تمہارے لئے ہاں بٹائے لگی تو میری نظر تھپاکو کے اس ٹیٹھل پر پئی اور فوراً خیال آگیا کہ رات خواب میں میں یہی حضرت سید السادات کے دست مبارک میں تھے۔ لہذا اس کو ہاں میں ڈال کر تم کو دیدیا۔

اس کے بعد مولانا نے نجا کو کا استعمال شروع کر دیا۔ اس سے آپ کے درد شکم کی شکایت رفع ہو گئی اور پھر بھی آپ کو یہ شکایت نہیں ہوئی۔

### وہابی کا سفر :

مولانا عبد الحی کم سے کم ایک بار دہلی بھی تشریف لے گئے تھے اور یہ حضرات  
نے ریل گاڑی کے ذریعہ سے کیا تھا۔ اس کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے کہ دہلی پہنچ کر اسٹیشن

۱۔ تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۶

• • • • •



ایک بار مولانا بہار بھی شریف لے گئے تھے لیکن اس سفر کی تفصیل نہیں ملتی۔ صرف اتنا ذکر ملتا ہے کہ ایک شخص کو مسلمان کرنے کی وجہ سے مولانا پر مقدمہ قائم ہو گیا تھا۔ اس کی وجہ سے آپ کو صوبہ بہار شریف لے جانے پڑا تھا۔

مولانا دن رات تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے سوا اور کسی کام سے ان کو دلچسپی نہ تھی۔ تصانیف و مسائل کے سلسلہ میں آپ کو مکتوبہ کتبوں کے علاوہ سیکڑوں قدیم طرز کی ہارکے حروف میں لکھی قلمی کتبوں کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ انہیں مصروفیات میں آپ مدد نہ تھیں اور مدد وقت ضرورت تھی۔ اس طرح مسلسل اور سخت محنت کی وجہ سے آپ کی صحت خراب ہو گئی اور صبح کے دیوے بڑے لمبے علاج سے جب کچھ تلافی ہو جاتا تو آپ پھر اپنے معمولات شروع کر دیتے اور اپنے مسائل میں اسی طرح مہمک ہو جاتے۔ اس کا اثر صحت پر اور خراب پڑتا اور اس کی وجہ سے عرصہ بھی

۵۔ تفصیل حالات کے لئے دیکھیے: ترجمۃ الخواصر ۸/ ۴۹۷-۵۰۱

۲۹ رجح الاول کو صبح ہی سے مولانا کی طبیعت کچھ ناساز تھی اسی دن صاحب تذکرہ علمائے فرنگی محل مولوی عنایت اللہ کے والد کے مکان پر ذکر ولادت شریف کی تہنیت تھی۔ مولانا نے خوشی خوشی اس میں شرکت فرمائی اور مہمانوں کی خاطر مدارت میں مصروف رہے۔ پھر رات میں حسب معمول گھر والوں سے باتیں بھی کرتے رہے اس کے بعد آرام فرماتے کے لئے قشربلے گئے۔ نصف شب کے قریب صبح کا دورہ شروع ہوا اور تھوڑی دیر میں اٹھ کر ہو گیا لیکن دوبارہ پھر دورہ ہوا اور کچھ دیر میں وہ پھر رُخ ہو گیا۔ اس کے بعد تیسری بار جو دورہ ہوا وہ مہلک ثابت ہوا۔ شروع میں لڑکوں کو سکہ کا شہہ رہا لیکن پھر لاکھوں نے دیکھ کر موت کا فیصلہ کر دیا۔

مولانا کی وفات کی خبر جب فرنگی محل کے گھر دن میں پہنچی تو مرگھر مہم  
کدہ بن گیا۔ اور لوگ زار و قطار رونے لگے۔ جن کو کبھی کسی نے رونے نہیں دیکھا تھا ان  
کی آنکھوں سے بھی یہ فحاشا آنسو جاری تھا۔ جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو ہر  
مسلمان حیران و پریشان فرنگی محل کی طرف دوڑا اور خبر کی تصدیق کے بعد دم بخود  
ہو کر رہ گیا۔ غرض دوپہر کے قریب جنازہ نکلا ہوا۔ پھر تین بار تین مقامات پر بازار جنازہ  
ہوئی اور باغ مولانا ابواللہ کے احاطہ میں آپ کو سپردِ رحمت کر دیا گیا۔ احاطہ کی  
مضرب دیوار سے متصل آپ کا قبر مبارک ہے۔ مزار تو خام ہے لیکن اس کے گرد ملاحظہ  
مولانا عبد البہاری کی بنوائی ہوئی سنگ مرمر کی ایک خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے۔<sup>۳</sup>

- ١ - فذكره علمائنا لفرقة محل ١٣٢ ، حيرة اللؤلؤ من ١٤  
٢ - " " " " " ١٣٢ " " " " " ١٤

- ۳ - " " " " " ۱۳۲ء ۱۳۳ء حشرۃ الفحول ص ۱۴-۱۵ حالات وفات کثیر  
حالات وفات کی تفصیل کے لئے دیکھئے <sup>کثیر</sup>الہرکات ص ۳۲-۳۴

مولانا کی وفات پر ان کے ایک شاگرد عہد الصلوٰۃ آئی نے متعدد نثری  
قطعات نظم کئے جن میں سے ایک قطعہ کے چند اشعار یہاں پیش کئے جا رہے ہیں ۔

إِنَّمَا الدُّنْيَا فَنَاءٌ لِّسِ لِلدُّنْيَا بَقَا

إِنَّمَا الدُّنْيَا وَمَا لَهَا كَسَجَ الْمَسْكُوتِ

(دنیا محض فانی ہے ۔ دنیا کے لئے بقا نہیں ہے ۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ٹکڑی کے  
جالے کے مانند ہے ۔)

مَاتَ عِدَّ الْحَيِّ لَكِنْ لَمْ يَمُتْ نِيْضَانَهُ

إِنَّمَا مَاتَ الصَّقِيُّ وَاسْتَبَقَ مَا لَا يَمُوتُ

(عہد الحی کی موت واقع ہو گئی لیکن ان کا فیضانِ مردہ نہیں ہوا ۔ صرف صق کی موت ہوئی  
ہے اور اس کا اسم نہیں مرا ہے ۔)

إِنَّهُ أَعْبَا عِلُومَ الدِّينِ فِي الدُّنْيَا لَقَا

إِنَّ فِي الْعَقْلِ لَهُ جَنَاتُ عَدْنٍ لَا تَمُوتُ

(انہوں نے دنیا میں علمائے دین کے علوم کو زندہ کیا ان کے لئے عقی میں ہمیشہ رہنے  
کو نہ موت ہونے والے باغات ہیں ۔)

صَفَّ الْأَسْفَارَ فَظَلَمَ عَلَى وَجْهِ الْكَعَالِ

دَرَسَ الْغُلَّابَ فَوَضَّحَ عَلَى وَجْهِ الثَّبُوتِ

(انہوں نے مکمل سفر کے ساتھ کتابیں تصنیف کیں اور مدلل طور پر توضیح کے ساتھ طلباء  
کو درس دیا ۔)

لَمْ يَزَلْ فِي طَوْلِ عَمْرِ خَادِمًا فَنِ الْحَدِيثِ

بَلْ لَهْ يَوْمًا وَلَيْلًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ قُوتِ

(وہ زندگی بھر فتن حدیث کے خادم رہے ۔ بلکہ ان کو دن رات کتاب اللہ ہی سے غذا  
ملتی تھی ۔)

اَيَّ مَيِّ لَمْ تَكُنْ لِي مَوْتٌ حُزْنَا عَلَيْهِ  
 اَيَّ لَبِّ مَا يَكُنِي لِي غَمٌ مَخَّ السُّكُوتُ  
 (کوئی آنکھ سے جوان کی موت کے غم میں اشک ریز نہیں ہوتی اور کوئی  
 دل ہے جس نے ان کے غم میں خاموشی کے ساتھ آنسو نہیں بہایا۔)

أَشَدَّ الْأَسَى لَهُ مَصْرَاعُ تَارِيخِ الْوَفَاةِ  
 فَاَتَّعِدُ الْحَيَّ وَالْقَبْرَ حَتَّى لَا يَمُوتَ<sup>۱</sup>

(آسی نے ان کی وفات پر مصرعہ تاریخ ہزما:۔ عہد الحی کی وفات ہوگئی اور  
 قوم زندہ ہے جس کے لئے کبھی موت نہیں ہے۔)

#### اولاد و اطفال :

جیسا کہ اس سے قبل ذکر آچکا ہے مولانا کے متعدد اولاد ہوئی لیکن صرف ایک  
 صاحبزادی بقید حیات رہیں۔ جنابہ مولانا نے اپنی وفات کے بعد صرف زوجہ محترمہ اور  
 اکلوی صاحبزادی کو یادگار چھوڑا۔ زوجہ طہ محترمہ کا انتقال مولانا کی وفات کے چار سال  
 بعد ۱۲۰۸ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ صاحبزادی کا عقد ۱ ربيع الثانی ۱۲۰۵ھ کو  
 مفتی محمد یوسف بن مولوی محمد قاسم کے ساتھ ہوا۔

مفتی محمد یوسف ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مولانا عہد الحی سے  
 پڑھیں۔ پھر مفتی کتابیں مولانا عہد الحی کے در شاگردین مولوی حفیظ اللہ اور مولوی  
 من القضاۃ سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۲۲۱ھ میں آپ حج و زیارت سے مشرف  
 ہوئے۔ پھر ۱۲۲۲ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ مفتی محمد یوسف کی غالباً کوئی تصنیف  
 نہیں ہے۔ لیکن ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے لکھنؤ میں ایک مطبع قائم کیا جو  
 مطبع یوسفی نام سے مشہور ہوا۔ اس مطبع سے انہوں نے مولانا عہد الحی کی بہت سی تصانیف  
 تصانیف کی اشاعت فرمائی اور دیگر سینکڑوں کتابوں کو بھی شائع کیا۔ آپ نے میں صاحبزادے

۱ — الآثار المرفوعہ ج ۲۴۹ — ۲۸۰

۲ — تذکرہ علمائے فرقہ ج ۱۴۹

مولوی محمد ایوب ، مولوی محمد یونس اور مولوی محمد ادیس یادگار جھڑیے<sup>۱</sup>۔

مولوی محمد ایوب نے مدرسہ عالیہ نظامیہ لکھنؤ میں تعلیم حاصل کر کے "مولانا" کی سند حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ تک اسی مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد اپنے گھر پر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ محمد احمد اور محمد اصغر پاکستان چلے گئے ، محمد یعقوب لکھنؤ میں ہیں اور چوتھے صاحبزادے مولوی محمد مہدی انصاری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ عربی میں استاد ہیں۔ ایک صاحبزادی کی شادی ہو گئی تھی اور ان سے اولاد بھی ہوئی لیکن خود باپ کی موجودگی میں انتقال کر گئیں۔ دوسری صاحبزادی کی بھی شادی نہیں ہوئی۔

مولوی محمد یونس نے بھی قرآن شریف حفظ کر کے بعد مدرسہ عالیہ نظامیہ ہی سے فراغت حاصل کی۔ پھر آپ نے انگریزی بھی سیکھ لی اور ضابطہ یونیورسٹی حیدرآباد میں تفسیر کے پروفیسر ہو گئے۔ آپ کی ذہانت و قابلیت کو دیکھ کر لوگوں کو امید تھی کہ آپ اپنے نامور نانا عبد الحی کے صحیح جانشین بن سکتے لیکن آپ کے پرانے مرض کھانسی زکام نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ چنانچہ ۱۳۲۱ھ میں والدین کے سامنے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ کی شادی بھی نہ ہو سکی تھی۔

مولوی محمد ادیس نے بھی حفظ قرآن کے بعد مدرسہ عالیہ نظامیہ سے تحصیل علوم کر کے "مولانا" کی سند حاصل کی۔ آپ نے طب بھی پڑھی اور فاضل کی سند پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ نظامیہ میں درس بھی دیا۔ پھر اپنے والد طغی محمد یوسف کے انتقال کے بعد مطبع کے کام میں مشغول ہو گئے۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ کی شادی ہوئی۔ صرف ایک لڑکی حیات ہے جو پاکستان میں ہے اور صاحب اولاد ہے۔

۱ — تذکرہ طوائف فرنگی محل ص ۲۰۹ — ۲۱۰

۲ — " " " " " ص ۳۹

۳ — " " " " " ص ۲۱۰ — ۲۱۱

۴ — " " " " " ص ۳۹

# باب دوم

اساتذہ و تلامذہ

### اساتذہ کرام :

مولانا عبدالحی کے اساتذہ میں دراصل ان کے والد ماجد مولانا عبدالحلیم کی بلند پایہ شخصیت ہی قابل ذکر ہے۔ کیونکہ صحیح معنی میں ان کے استاد صرف ان کے والد ہی تھے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی شخص کو جتنے زیادہ اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ باکمال اور لائق و فائق ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی کے کمال علم و فضل کے ثبوت میں اس کے اساتذہ کی ایک طویل فہرست پیش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ صحیح کمال ہر حال میں درست نہیں ہوتا۔ درحقیقت کسی کی لیاقت و صلاحیت اس کے اساتذہ کے تعداد کی کسی و بیشی پر منحصر نہیں ہوتی۔ بلکہ استاد کے جبرطی اور مہارت فن نیز شاگرد کے ساعد اس کے تعلق خاطر اور شغف و محبت اور خود شاگرد کے شوق و محنت اور لگن پر اس کا بڑی حد تک انحصار ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک لائق اور شفیق استاد زمین اور محنتی طالب علم کو درجہ کمال تک پہنچا سکتا ہے اور متعدد غیر ماهر اساتذہ کی کوشش ایک بد شوق شاگرد کے حق میں رائگانہ جلی جاتی ہے۔

### مولانا عبدالحلیم :

مولانا عبدالحلیم کا تلمذ تذکرہ باپ اول میں گزر چکا ہے۔ وہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں یدِ ضولی رکھنے والے اور وسعت علم، دقت نظر، بلندی فکر، اور فضل و کمال میں شہرہ آفاق تھے۔

جہاں تک مولانا عبدالحی کے ساعدان کی شغف و محبت کا تعلق ہے اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ باپ سے زیادہ اور کوئی شخص بیٹے کا خیر خواہ اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ بیٹا اکلوتا ہو۔ چنانچہ سطر ہو یا حضر وہ ہمیشہ اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے ساتھ رکھتے اور ان کی تعلیم و تربیت کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہتے تھے۔ مولانا عبدالحی کا میلان اگرچہ بچپن میں کھیل کود کی تقلید جانب زیادہ تھا۔ لیکن پھر جب تحصیل علم کی طرف وہ مائل ہوئے تو شب و روز اس میں مصروف ہو کر اپنی محنت کی کہ صرف سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔<sup>۱</sup> غرض باپ

۱ — دیکھئے صفحہ ۹ — ۱۱

۲ — تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۳۷

۳ — حسرة الفحول ص ۵۴، التعلیق المجد ص ۲۸

کے طبعی نعر اور توجہ و حفاظت کے ساتھ پیش کی ذہانت اور شوق و محنت نے دل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا عبدالحی بہت جلد اعلیٰ عالم پر ایک درندہ درخشاں آفتاب بن کر نمایاں ہوئے ۔

مولوی نعمت اللہ :

والد ماجد کی وفات کے بعد مولانا عبدالحی نے ریاضی اور نجوم و ہیئت کی جلد کتابیں مولوی نعمت اللہ بن مولوی نور اللہ سے بھی پڑھیں نعمت اللہ جس کے متعلق مولوی نعمت اللہ کا خیال تھا کہ جس حصول نعر کے لئے پڑھ رہے ہیں وہ اس کی ضرورت ان کو نہیں ہے۔

مولوی نعمت اللہ نے اپنے والد اور اپنے جہاں طبعی ظہور اللہ سے انکساب نہیں کیا تھا ۔ ان کو علوم عقلیہ میں خصوصی کمال حاصل تھا خاص طور پر فنون ریاضی میں نور و آہ عظمیٰ سمجھے جاتے تھے ۔ ان کے والد مولوی نور اللہ کو بھی ریاضی میں بڑا ملکہ تھا ۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ علمائے فرنگی محل میں مولوی نعمت اللہ اور ان کے والد کو جو فنون ریاضی میں حاصل تھا وہ کسی دوسرے عالم کے حصہ میں نہیں آیا ۔ مولوی نعمت اللہ کے طریقہ تعلیم میں ایسی خوبی تھی کہ غیب سے بھی طالب علم بھی ظہور کو سمجھ لیتا تھا ۔ وہ عام طور پر کتاب کے جلد اسماعیلی <sup>بڑھاپا کرتے تھے۔ بین الہیں خوں سے</sup> ہی پڑھانے کے تھا ہی پڑھانے سے طالب علم کے اندر ایسی استعداد پیدا ہو جاتی کہ باقی کتاب وہ خود پڑھ کر سمجھ لیتا اور کسی استاد کی مدد کی ضرورت اس کو نہ پڑتی ۔

مولوی نعمت اللہ عرصہ تک لکھنؤ اور فیض آباد کے عہدہ انفا پر فائز رہے ۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد اس عہدہ سے کنوارہ کش ہو کر ریاست ہندوہ شریفانے کئے اور وہاں

۱	—	تذکرہ علمائے فرنگی محل	ص ۱۳۱
۲	—	" " " "	ص ۱۳۸
۳	—	" " " "	ص ۱۸۴



فصلم و قدیس کی خدمت پر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد ریاست بنگالہ صوبہ بہار میں راجہ بنگالہ کے یہاں مدرسہ ظہور ہوئے۔ وہاں سے رخصت ہو کر واپس آ رہے تھے کہ بنگالہ میں پہنچ کر لالچ میں مبتلا ہو گئے پھر ۳ محرم ۱۲۹۰ھ کو بنگالہ میں رہیں رگلات پانی اور وہیں مدفن ہوئے۔

مولوی خدام حسین :

مولانا عبد الحی کے اساتذہ میں مولوی خادم حسین کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے کیونکہ مولانا نے حفظ قرآن کے بعد فارسی اور ابتدائی حساب کی تعلیم انہیں سے حاصل کی تھی۔<sup>۲</sup>

مولوی خادم حسین عظیم آباد بہار کے رہنے والے تھے لیکن فرنگی محل میں انہوں نے سکونت اختیار کر لی تھی ۔ وہ مولانا کے والد ماجد کے خاص شاگرد تھے ۔ اور مولانا کے صرف استاد ہی نہیں تھے بلکہ سرفروغ حضرت میں ان کے رفیق بھی تھے ۔ وہ ان کی تصانیف کی اشاعت کا بھی انتظام کرتے اور ان کے خانگی امور کی بھی دیکھ بھال رکھتے تھے ۔

مولوی خادم حسین کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مولانا کی وفات کے بعد ان کے گھر کو سنبھالا اور ان کے ذخیرہ کتب اور مسودات کو محفوظ رکھا۔ ورنہ اس قیمتی اثاثہ کے تلف ہوجانے کا سخت اندیشہ تھا۔ کیونکہ مولانا کی وفات اچانک ہوئی تھی اور صرف ایک صاحبزادی کے سوا انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی۔ یہ سورت حال مولانا کے آثار و ہائیات کے لئے بھاء کن ہو سکتی تھی۔ لیکن مولوی خادم حسین کی بدولت مولانا کے گھر کا نظم و نسق بھی درست رہا اور ان کی تمام کتابیں اور زہر تصنیف مسودات بھی محفوظ رہے۔ پھر انہیں کے حسن تدبیر سے مولانا کی اکلوتی صاحبزادی کی شادی مفتی محمد یوسف ٹرنکی محل کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بعد انہیں نے مفتی محمد یوسف کے نام سے ٹرنکی محل میں مطبع یوسفی

۱ — تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۸۵

151 . . . . . - 2

مقدمة السامع ٢١

مجلة علوم الدين شماره ٢ مقاله مفتي محمد

٢ - مقدمة السجادة من ٢١

رضا امیری ۴۱

قائم کرایا اور اس کے ذریعہ مولانا کی بہت سی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

### شیخ مسیحی :

مولانا عبدالحی کے اساتذہ کے ضمن میں ان علماء کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے جنہوں نے ان کو سند اجازت کی تھی۔ اس زمانہ میں علمائے حجاز کی سند کو باعث فضیلت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ علمائے سند جب حج بیت اللہ کے لئے حجاز شریف لے جاتے تو وہاں کے فضلاء کی صحبت میں کچھ وقت گزارتے اور پھر ان سے اسناد بھی حاصل کر لیتے تھے۔ مولانا عبدالحی بھی دو مرتبہ زہارت حرمین شریفین کے لئے شریف لے گئے تھے۔ جس کا ذکر باب اول میں گزر چکا ہے۔ پہلی بار شریفین ماہ اور دوسری بار دوماء کے قریب انہوں نے مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ اس اثنا میں وہاں کے علماء سے ملاقاتیں کیں اور بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ محدثین عظام سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ چنانچہ انہوں نے مولانا کی علمیت و صلاحیت سے متاثر ہو کر ان کو اسناد عطا کیں اور اپنے اسناد میں ان کی تعریف بھی فرمائی۔

حجاز میں جن علمائے کبار سے مولانا کو اسناد حاصل ہوئیں ان میں مکہ معظمہ کے مفتی شافعیہ احمد بن زین دحلان، شیخ الدلائل علی الحرمی المدنی، شیخ عبد الفتی دہلوی مدنی اور مفتی حنفیہ سید محمد بن عبد اللہ بن حمید شامل ہیں۔

### شیخ احمد بن زین دحلان :

حرم مکہ کے شیخ احمد بن زین دحلان وہی بزرگ ہیں جن کے درس حدیث کے حلقہ میں ایک عدد و ستانی عالم مولانا رحمت اللہ بھی بیٹھا کرتے تھے جو غدر ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد هندوستان سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک عیسائی

۱۔ دیکھئے مجلہ علوم الدین شماره ۲ مقالہ مفتی محمد رضا انصاری ص ۲۱

۲۔ دیکھئے ص ۱۸ وما بعد

۳۔ حسرة اللھول ص ۶

۴۔ بلد مہمدۃ الرعاۃ ص ۳۰۔

بادری نے قسطنطنیہ میں علمائے اسلام کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا لیکن وہاں کوئی عالم اس سے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو سکا۔ تب ترکی خلیفہ نے والی مکہ کو لکھا کہ اگر وہاں کوئی عالم مسلمانوں سے مناظرہ کی مشق رکھتا ہو تو اسے بھیج دیا جائے۔ والی مکہ نے شیخ احمد دحلان کو خلیفہ کے فرمان سے مطلع کیا۔ شیخ نے اپنے حلقہ درس میں اس کا ذکر کیا تو مولانا رحمت اللہ آبادی ہو گئے۔ چنانچہ مولانا کو قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ لیکن جیسے ہی بادری نے ان کا نام سنا وہ خاموشی سے میدان چھوڑ کر قسطنطنیہ سے روانہ ہو گیا کیونکہ اس سے قبل ہندوستان میں ان ہی مولانا رحمت اللہ سے آکرہ کے ایک مناظرہ میں اسکو شکست فاش ہو چکی تھی۔

احمد دحلان کی ولادت مکہ معظمہ میں ۱۲۳۲ھ میں ہوئی۔ ابتدائی عمر ہی سے ان کو علم و ادب سے خاص شغف تھا۔ فطائے عصر کے حلقہائے درس میں شریک ہو کر الکتاب کیا اور اللہ وحدیت میں امتیازی مقام حاصل کر کے فقہیہ و فرائض کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ آپ مکہ معظمہ میں مفتی شافعیہ کے منصب پر فائز رہے۔ بگائے روزگار اور جلیل الشان عالم اور خواص و عوام میں بے حد عزیز اور محبوب تھے۔ امرائے حجاز بھی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ تعلیم و تدریس کے ساندہ ساندہ مصنف و تالیف کا بھی آپ کو ذوق تھا۔ ۱۳۰۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد کافی ہے جن میں سے متعدد طبع ہو چکی ہیں۔ جلد مشہور تصانیف یہ ہیں۔

”الجد اول العریضۃ فی تاریخ الدول الاسلامیۃ“ خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام ،  
الفتح البین فی فطائل الخلفاء الراشدین و اهل البیت الطاہرین ، الفتح  
الاسلامیۃ ، الدار السنیۃ ، تہذیب المسائلین<sup>۱</sup>۔

شیخ احمد دحلان نے مولانا عبد الحی کو مکہ معظمہ میں اس وقت اجازت عطا کی تھی جبکہ وہ پہلی بار ۱۲۷۹ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے شریف لے گئے۔<sup>۲</sup>

- ۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ۱۸۷۱-۱۸۷۲
- ۲۔ حلیۃ البشر ۱۸۱/۱ اعلام - ۱۲۵/۱ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ ۱۶۷/۹
- ۳۔ اجازت نامہ کے لئے دیکھئے حیرۃ الفحول ص ۶-۷

شیخ عبد الفتی بن شاہ ابو سعید :

دوسری بار ۱۲۱۲ھ میں جب مولانا عبد الفتی نے نہارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی تو وہاں شیخ عبد الفتی نے بھی اپنی اجازت سے ان کو سر فراز فرمایا ۔

شیخ عبد الفتی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی نسل سے ہیں ۔ آپ کے والد ماجد شاہ ابو سعید بھی اولیائے کاملین میں سے تھے ۔ شیخ عبد الفتی کی ولادت ۱۲۳۸ھ میں دہلی میں ہوئی ۔ حفظ قرآن کے بعد آپ نے عربی کی درس کتبیں پڑھیں ۔ پھر حدیث و فقہ کی تحصیل میں پوری طرح مصروف ہو گئے اور نامور علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا ۔ حدیث کی مشہور کتاب الموطا اپنے والد شاہ ابو سعید سے پڑھی ۔ پھر ۱۲۴۹ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کے لئے شریف لے گئے اور متعدد علمائے حجاز سے استفادہ حاصل کیا ۔ آپ کے والد مکہ معظمہ میں پہلے ہو گئے تو ان کو لے کر ہندوستان واپس آئے اور چونکہ وہیں قیام فرمایا ۔ وہیں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ۔ انتقال ہی کے دن والد ماجد نے آپ کو اپنے سلسلہ خاص نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت سے مشرف فرمایا ۔ پھر چند ماہ کے بعد آپ دہلی شریف لائے ۔ اور درس و افتادہ میں مشغول ہو گئے ۔ لیکن قدر ۱۸۵۷ء کے بعد جب دہلی پر انگریزوں کا تسلط مکمل ہو گیا تو آپ ہجرت کر کے حجاز چلے گئے اور مدینہ منورہ میں مفتی القادری صقل سکونت اختیار فرمائی ۔ وہاں بھی عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ ۱۲۹۶ھ میں انتقال فرمایا ۔

شیخ عبد الفتی کا شمار اولیاء کبار اور علمائے ریاضت میں ہوتا ہے ۔ ہند و عرب کے علماء آپ کی ولایت اور جلالت شان پر مطلق ہیں ۔ آپ نہایت عابد و زاہد اور متوکل و قانع بزرگ تھے ۔ زیادہ فروخت عبادت و ریاضت اور مراقبہ و محاسبہ میں گزارتے اور اہل دنیا سے اجتناب کرتے تھے ۔ صدق و امانت اور تقویٰ و طہارت آپ کا شیوہ تھا ۔ احکام شریعت کے حد درجہ پابند تھے ۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بازار میں جو آم فروخت ہوتے اسے آپ نہ کھاتے اور فرماتے تھے کہ ہندوستان میں آم کھانا جس طرح فروخت کئے جاتے ہیں وہ از روئے شریعت ہیغ ثابت ہے اسی طرح انگریزی حکومت کے ملازمین سے آپ کسی قسم کا ہدیہ اور ضیافت

نبول نہیں فرماتے تھے ۔

نبام دہلی کے زمانہ میں آپ کا یہ حصول تھا کہ نماز فجر کے بعد مراقبہ فرماتے اور شراق کے بعد مہدین کو توجہ دیتے ۔ پھر درس حدیث میں مشغول ہو جاتے ۔ نماز ظہر کے بعد فقہ وغیرہ کا درس دیتے اور عصر کے بعد پھر طالبین کی تعلیم اور اصلاح باطن و تزکیہ نفس میں لگے مصروف ہو جاتے ۔ آپ کی تعلیمات زمانہ اور انفاں قدسہ سے بلند کان خدا کی بہت کثیر تعداد فیضیاب ہوئی ۔ اور ہندوستان کے اکثر مشاہیر علماء آپ ہی کے دامن فیض کے ثروت یافتہ ہیں ۔ جنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ، مولانا رشید احمد کفکوہی اور مولانا خلیل احمد جیسے علمائے عظام آپ ہی کے شاگردوں میں سے ہیں ۔ آپ نے حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ پر ایک نظم لکھی تھی لکھا ہے جو جو ارجاع الحاجة کے نام سے معروف ہے ۔

سید محمد بن عبد اللہ :

حج بیت اللہ کے دوسرے سفر میں مولانا عبد الحی کوٹلی حنبلیہ سید محمد بن عبد اللہ سے بھی ۱۲۹۲ھ میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ۔ آپ کا تعلق نجد کے مشہور قبیلہ بنو عامر سے ہے ۔ جنانچہ اسی نسبت سے علمی کہلاتے ہیں ۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۶ھ میں نجد کے شہر عزیزہ میں ہوئی ۔ مکہ معظمہ ، یمن ، شام ، عراق اور مصر کا سفر کیا ۔ پھر مکہ معظمہ میں حنبلیہ دارالافتاء کے سربراہ ضرر ہوئے ۔ آپ کا شمار علمائے حنبلیہ کی مشہور شخصیتوں میں ہوتا ہے ۔ ۱۲۹۵ھ میں آپ کی وفات طائف میں ہوئی ۔ درس و افتاء کے مسائل کے ساندہ ساندہ تصنیف و تالیف کا بھی آپ کو شوق تھا اور تاریخ و فقہ سے خاص دلچسپی تھی ۔ جنانچہ حنبلیہ فقہاء کے حالات میں آپ نے ”السحب الیولہ علی ضرائح الحنبلیہ“ اور ”الفتاوی الاکمل فراسم اصحاب الامام احمد بن حنبل“ تصنیف کی ۔ فقہ کی کتاب ”شرح المصنوع“ پر ایک حاشیہ لکھا اور علامہ سیوطی کی ”میسرۃ الیولہ کی تلخیص فرمائی ۔

سید محمد بن عبد اللہ نے جو سید مولانا عبد الحق کوٹلی کی اس کا بعد ائی حصہ

خاص طور پر قابل لحاظ ہے ۔ ہم اس کو یہاں ملاحظہ درج کرتے ہیں ۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ ضرر

۱۔ انوار المصنفین ص ۵۰۴ ، ایحد المسلمون ص ۹۲۹ ، حدائق الحنفیہ ص ۲۹۰ ،

نزہۃ الخواطر ص ۹۸۷/۷ ، تذکرۃ علمائے ہند ص ۱۲۶ ، البیان المعین ص ۸۲-۸۵

۲۔ معجم المؤلفین ص ۲۲۴/۱۰ ، فہرست المخطوطات المصورۃ ص ۱۴۹-۱۸۰

الاعلام ص ۱۲۷/۷

کہ ان کی نظر میں مولانا کا کیا مقام تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي لا يردُّ من دعاء،  
ولا يُخيب من أمله ورجاه، والصلاة  
والسلام على رسوله ومصطفاه،  
الْقَائِلِ أَوْثَقِ عَرَى الْأَسْمَانِ  
الْحَبِّ فِي اللَّهِ وَعَلَى السَّمْعِ  
لِي اللَّهِ، وَعَلَى آلِهِ وَمُحِبِّهِ  
وَمِنْ وَالَاه -

بسم الله الرحمن الرحيم

تمام تصدیق اس اللہ کے لئے ہیں جو اس  
شخص کو رد نہیں کرتا جو اس سے دعا کرتا ہے  
اور اس کو محروم نہیں کرتا جو اس سے امید  
رکھتا ہے اور درود و سلام ہو اس کے رسول  
اور برگزیدہ نبی پر، جس سے فرمایا ہے کہ ایمان  
کا مضبوط ترین دستہ حب فی اللہ <sup>اور یقین فی اللہ</sup> ہے اور درود  
و سلام ہو آپ کے آل و اصحاب پر اور اس پر جس  
نے ان سے محبت کی۔

وبعد ، فاتۃ ورد علی کتاب

کریم ، من الحب المخلص الرحيم ،  
حَسَنَ الْخُلُقِ وَشَرَفِ الْبَيْتِ ، ذِي  
الذَّهْنِ الْوَقَادِ وَالطَّيِّعِ السَّلِيمِ ،  
وَالسُّلُوكِ الْحَسَنِ وَالْمَنْجَعِ الْقِيَمِ ،  
وَالْمُشْغَلِ بِالْحَصْلِ دَائِمًا  
وَالْعَلِيمِ ، وَالْقَائِلِ الْغِيَمِ  
كَالدُّرِّ الْعَظِيمِ ، حَتَّى اشْفَعَتْ  
لِحُسْنِ بَيْتِهِ وَسَنَاءِ طَوْبَتِهِ فِي  
سَائِرِ الْأَقَالِمِ ، الْعَلَامَةِ  
الْفَخَامَةِ الْمَوْلَى عَبْدِ الْحَيِّ  
الْقَلِيمِ ، بَجَلِ الْأَمَامِ الْكَبِيرِ  
الشَّهِيرِ الْمَوْلَى عَبْدِ الْحَلِيمِ ،  
حَفِظَهُ اللَّهُ وَآلِهَاءُ وَمَنْ كُلُّ سَوْءٍ

بعد حمد و صلاۃ کے پس مجھے ایک کرم نامہ  
حب مخلص کا موصول ہوا ہے جو بڑے مہربان ،  
خوش خلق اور شریف الطبع ہیں۔ ذہن روشن ،  
طبع سلیم ، حسن سلوک اور مضبوط و متوازن  
کردار کے مالک ہیں۔ ہمیشہ تحصیل و تعلیم میں  
متہمک اور ایسی قابلیت میں مشغول رہنے والے  
ہیں جو معشوم موی کے مانند ہیں۔ یہاں تک  
کہ ان کے حسن نیت اور صفائے باطن کی وجہ سے  
ان کی قابلیت کمال میں مشہور ہو گئیں۔ وہ  
علامہ فخرانہ مولوی عبد الحی قسیم ہیں  
جو امام کبیر مشہور و معروف مولوی عبد  
الحلیم کے شریف صاحبزادے ہیں۔ اللہ  
تعالیٰ ان کو حفظ اور بقاء عطا فرمائے اور  
اور ہر برائی .....

اور فکر سے ان کو بچائے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ کیونکہ ان کی ذات اس زمانہ کی ایک آیت اور ہی نوع انسان پر اللہ کی ایک نصرت ہے۔

سال گزشتہ میری اس وقت ان سے ملاقات ہوئی جبکہ وہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تشریف لائے تھے۔ پس میں نے ان کے اندر وہ چیز دیکھی جو آئندہ کو نفع بخشکے سے ملو اور دل کو مسرت سے معمور کر دیتی ہے۔ احادیث نبویہ ان کو مستحضر اور تصور فقہیہ ان کے سامنے منظر ہیں۔ کونکون علوم میں حقیقت شناسی اور لفظ و معنی دونوں میں دقیق الثبوت کو حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق بے ندامت سے زیادہ لطیف اور باخ حسن سے زیادہ مضبوط ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ جامعاً سے عطا کرتا ہے اور وہ بڑا فضل والا ہے۔

پس انہوں نے اپنے حسن ظن کی بنا پر اس فکر سے مستند طلب کی ہے۔ ان کا کمان ہے کہ یہ فکر ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے کچھ علم حاصل کیا اور اسکو جمع کیا ہے۔ ان کو نہیں معلوم کہ یہ فکر علم کی حقیقت سے واقف نہیں ہے اور نہ علم کے راستہ پر وہ چلا ہے۔

و کَدَّرَ وَقَاهُ ، وَالْأَلْفُ مَرَّعًا  
الکمال رَقَاهُ ، فَإِنَّهُ آيَةٌ فِي هَذَا  
الزَّمَانِ ، وَنَصْرَةٌ مِنَ اللَّهِ عَلَى نَوَجِ  
الْإِنْسَانِ ۔

قد اجتمعت به فی الصَّامِ العَامِ  
حين قُدُّوهُ لِحِجِّ بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَامِ ،  
وَزِيَارَةِ بَيْتِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ  
آلَهُ السَّلَامُ وَأَكْلِ السَّلَامِ ، فَرَأَيْتُ  
عِنْدَهُ مَا يَمْلَأُ الْقَمِينَ قُرَّةً وَيُخَيِّمُ  
الْقَلْبَ مَسْرَّةً ، مِنْ اسْتِحْضَارِهِ الْأَحَادِيثَ  
النَّبَوِيَّةَ ، وَتَصَوُّرِهِ لِلتَّصَوُّصِ  
الْفَقْهِيَّةِ ، وَحَقِيقَاتِهِ فِي أَنْوَاعِ الْعُلُومِ ،  
وَعَدِّ حَقَائِقِهِ فِي الْمَطْهُورِ وَالْمَعْمُومِ ،  
إِلَى خَلْقِ الْأَطْفَالِ مِنَ النَّسَمِ - وَأَطْرَافِ  
مِنَ الرُّوحِ الْوَسْمِ ، ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ  
بِرُؤْيَاهِ مِنْ بَشَاءٍ وَهُوَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۔

فطلب لحسن ظنه من الظن  
إجازة ، ظاناً أنه ممن حَسَّسَ  
عُثْمَانُ مِنَ الْعِلْمِ وَحَسَّازُهُ ، وَلَمْ  
يَدْرُ أَنَّهُ لَمْ يَحْصِرْ حَقِيقَتَهُ وَ  
لَا سَلَكُهُ مَجَازَهُ ، حَسْبِيَ الْبَرِّجَلُ

خلف العلماء في الفازة ، ووالله  
إني أعتقد في نفسي أي لست أهلاً  
لأن أجاز لكيف بأن أجاز ،  
ولكن السحال صنفى وفسفسه  
السفر بالابرز وحيث أن الرد  
جناه والطالب عزيز ، تجاسرت  
بما مقال مرسومه الجليل ، وأندمت  
على صعود هذا الطود الذي يترد  
الطرف وهو كليل ، فروايسة  
الأكابر عن الأصغر ما لولة ، و  
طلب الإجازة من الأدي صروقة .

فأقول قد أجزت أخى العولوى  
الذى كور جميع ما يجوزلى روايته  
من تفسير وحديث و اصولين ونحو  
و صرف وصافى وغير ما بحق روايتى  
عن علماء أعلام ، واجازى من جملة  
كرام .

وہ نور محمد بہاؤ من علماء کے پیچھے برہنہ ہا  
چلتے والا ہے ۔ اور بخدا مجھے اپنے متعلق یقین  
ہے کہ میں سند پانے کا بھی اہل نہیں ہوں تو  
پھر میں سند دینے کا اہل کیسے ہو سکتا ہوں ۔  
لیکن حال صنفی ہوتا ہے اور عقل کو زیر خالص  
سے مشابہت ہوتی ہے اور چونکہ رد کرنا بد  
خلق ہے اور طالب عزیز ہے ، اس لئے میں نے  
ان کے ارشاد کراہی کو بجالانے کی جسارت کی  
اور اس کوہ بلند پر چڑھنے کی جرأت کی چونکہ کو  
تھکا کر لوٹا دیتا ہے ۔ کیونکہ بہرحال اسافر سے  
سے بھی اکابر کی روایت مألوف اور ادنی سے بھی  
سند کی طلب ضرور ہے ۔

پس میں کہتا ہوں کہ میں نے علمائے  
عظام سے اپنی روایت اور فضائل کرام سے اپنی  
اجازت کے استحقاق کی بناء پر مولوی موصوف  
تفسیر ، حدیث ، اصول ، نحو ، صرف اور صفائی  
وغیرہ ان تمام علوم کی اجازت دی جسکی روایت  
مجھے حاصل ہے ۔

اس کے بعد شیخ نے اپنی سند میں تمام اساتذہ کا ذکر کیا ہے اور ان سے جن  
علوم کی تحصیل کی ہے اور انہوں نے جو اسناد و اجازت شیخ کو عطا کی ہیں ان سب کو  
بہان کیا ہے ۔ آخر میں شیخ نے پھر مولانا عبد الہی کو تفسیر قرآن اور تمام علوم قرآن  
کتاب حدیث ، کتب عربیہ اور صفائی و بہان وغیرہ کی مع الفاظ و صفائی اجازت عطا فرمائی  
اور اس کے ساتھ ان وظائف و اواراد اور احزاب و اذکار کی بھی اجازت دی جن کی اجازت  
شیخ کو اپنے ہزرگون سے حاصل تھی ۔ پھر اس سند کو دعا پر ختم کیا !



یہ مدد مولانا کے علو مرتبت ، جلالت شان اور فضیلت مقام کی ایک نہایت واضح اور روشن دلیل ہے اور اس کے الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف علمائے مدد بلکہ فضائلے حجاز کی نظروں میں بھی مولانا عبد الحی میدان علم و فضل کے شہسوار تھے اور جو ان سے ملتا تھا ان کے عالمانہ جلال و جمال سے متاثر ہونے پھر نہیں رہتا تھا ۔

تلاذہ راشدین :

مولانا عبد الحی کو ابتدائے ہی سے تصنیف و تالیف کے ساعد ساعد معلم و تدریس سے بھی بڑی دلچسپی تھی ۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں ۔

وقد ألقى الله في قلبي من عطفوان اور عطفوان شہاب سے بلکہ بہن کے زمانہ ہی الشہاب بل من زمان الصبا محبة التدریس سے اللہ نے میرے دل میں تدریس و تالیف کی والتالیف ، فلم أقرأ كتاباً إلا درسة بعداء محبت نال دی تھی ، چنانچہ جو کتاب بھی میں نے پڑھی اس کو بعد میں خود پڑھایا ۔

اپنے دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں ۔

وكلما فرغت من تحصيل كتاب جب کبھی کوئی کتاب پڑھ کر میں فارغ ہوتا شریعت فی نورہ ؟ تو اسکو پڑھنا شروع کر دیتا ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے کے ساعد ساعد پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری تھا اور جسے ہی کوئی کتاب مولانا پڑھ چکے اسے دوسروں کو پڑھانے لگتے تھے ۔ اس زمانہ میں عام طور پر مدارس میں دستور بھی تھا کہ اونچی جماعت کے اچھے استعداد والے طلباء سے ان کے اساتذہ پڑھانے کا کام بھی لیتے تھے ، چنانچہ وہ ان کو حکم دیتے تھے کہ جو کتاب وہ پڑھ چکے ہیں اسے بھی جماعت کے طالب علموں کو پڑھاتے ۔ اس سے ان کا علم تازہ رہتا تھا اور استعداد بھی بڑھ جاتی تھی ۔

۱ — تذکرۃ السیاحۃ ص ۲۱

۲ — الفلاح الکبیر ص ۱۳۵

مولانا کو اس سے جو بھی فائدہ ہوا اس کا بیان وہ خود اس طرح کرتے ہیں -

فحصل لی الاستعداد التام	پس اللہ حی و قیوم کی مدد سے تمام علوم میں
لی جمیع العلوم بمونی اللہ الحق	مجھے کامل استعداد حاصل ہو گئی اور کسی
الایوم ، ولم یبق علیّ قسْرٌ فی	بھی فن کی کسی کتاب میں مجھے کوئی دشواری
أیّ کتاب کان من أیّ فنّ کان ،	نہ رہ گئی - یہاں تک کہ جو کتاب میں ہے
حتیّ أتّی للرد مست مالم أقرأه	استاد کی خدمت میں نہیں پڑھی اس کو
حضرة الأستاذ.	بھی پڑھایا -

مولانا نہایت ذہین اور صحیح علم کے مالک تھے اور لوگوں سے ان کی عقل

کے مطابق کلام فرماتے تھے - چنانچہ وہ اپنے طلبہ کو بھی ان کی ذہنی سطح کے لحاظ سے درس دیا کرتے تھے ، اس لئے ان کے طلبہ مشکل سے مشکل کے مضمون کو بھی آسانی سے سمجھ لیتے تھے - اس کا احساس خود مولانا کو بھی تھا جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں -

رَضیت بدرس طلبہ العلوم من اپنے درس سے طلباء کو خوش کر دیتا تھا -

اس زمانہ میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ استاد کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے طلبہ کتاب کا اچھی طرح مطالعہ کر کے زیادہ سے زیادہ از خود سمجھنے کی کوشش کیا کرتے تھے - اسلئے بھی مطالعہ کی تاکید کرتے رہتے تھے - اور اگر اطفال سے کسی دن استاد کو اندازہ ہو جاتا کہ طلبہ نے کتاب کا مطالعہ نہیں کیا ہے تو وہ اس بات پر خفگی کا اظہار فرماتے اور اس روز درس نہیں دیتے تھے - مولانا کے ایک شاگرد رشید مولوی انوار اللہ خان کا بیان ہے کہ ہم کتاب کا بار بار مطالعہ کر کے کوشش

کہا کریجے تھے کہ مضمون کسی طرح مطالعہ ہی میں حل ہو جائے۔ پھر لکھائے استاد مولانا عبدالحی کی خدمت میں پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت استاد کی قدر و منزلت معلوم ہوئی کہ جو مضمون لکھتوں میں حل نہ ہو سکا تھا استاد نے اسے درج میں حل کر دیا۔

فرض مولانا طالب علی کے زمانہ ہی سے درس دینے لگے تھے۔ پھر جب فارغ التحصیل ہو گئے تو مستقل طور پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد تقریباً سات سال قادیان میں تدریس خدمت انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد وطن آکر مسند درس و تدریس آراستہ کی۔ اور ساری زندگی اسی مسند پر جلوہ افروز رہے۔ اس عرصہ میں دور و نزدیک کے سکڑوں تشنگان علم ان کے حلقہ درس سے نصیب ہوئے اور ان کے تلامذہ کی کثیر تعداد ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ یہاں چند ایسے نامور تلامذہ کا مختصر تذکرہ درج کیا جا رہا ہے۔ جن کو علماء نے اپنی تصانیف میں جگہ دے کر زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

### مولوی انہام اللہ لکھنوی :

مولوی انہام اللہ لکھنوی منقبتاً ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے شیخ عبد الباقی سے کچھ علم حاصل کیا اس کے بعد مولانا عبدالحی سے علم کتب درجہ پڑھیں۔ انہما عرصہ قلم لکھتے ہی میں درس دینے لگے۔ پھر سلسلہ ملازمت واپس موہہ مدراس چلے گئے اور وہاں بھی تدریس میں مشغول رہے اس کے بعد نظام حیدرآباد کی حکومت کے تحت مدرسہ طور ہو کر کلہر کہ شریف میں درس دیا۔ آخر میں علی ہو کر وطن واپس چلے آئے اور صرف چھتیس سال کی عمر میں یکم ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ کو انتقال کر گئے۔

آپ نہایت ذہین، لکھنے، طبع، متین اور مستحیدہ عالم تھے۔ علم طب بھی آپ نے پڑھا تھا اور نہایت حاذق طبیب تھے۔ آپ تصریحی کہتے تھے اور تصنیف و تالیف

سے بھی آپ کو ذوق تھا۔ آپ کی جلد کلموں کے نام یہ ہیں -

”رسالۃ فی تحقیق الروح — رسالۃ فی المراج — حاشیہ شرح طائفہ نسلی ،  
حاشیہ علی شرح الشمسیہ — حاشیہ علی مدح حاشیۃ الخیالی ، رسالۃ النہایہ“

۲ - سید امین بن علی نصیر آبادی :

آپ کی ولادت ۸ ذی الحجۃ ۱۲۸۵ھ کو طبع رائے پہلی کے ایک قصبہ  
نصیر آباد میں ہوئی۔ سن تصور کو پہنچنے کے بعد مولانا احمد حسین سے کچھ علم  
حاصل کیا اس کے بعد لکھنؤ آکر تمام درسی کلامیں مولانا عبد الحی سے پڑھیں۔ پھر حج  
ونہارت کے لئے حجاز شریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر قدوسیہ و تذکیر کا سلسلہ شروع  
کیا۔ مرہطہ جمعہ کو حفظ فرماتے اور دعوت و تبلیغ کے لئے مختلف شہروں اور دیہاتوں  
کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کے وظ و نصحت کے اثر سے ہیشمار افراد نے رسوم و  
بدعات کو ترک کر دیا اور سوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔ آپ نہایت مٹی ، طبعی ، سخت  
کے سخت طبع اور بدعت سے نہایت متنفر تھے۔ تقریباً ۱۳۲۱ھ میں اہل ہرمہ کی دعوت  
پر آپ ہرمہ شریف لے گئے۔ وہاں بھی آپ نے اصلاح کا کام شروع کیا جس سے بعد کان  
خدا کو بہت فلاح پہنچا۔ پھر آپ وہاں سے واپس آئے اور نصیر آباد میں دوشنبہ ۱۲  
جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ کو وفات پائی۔

۳ - مولوی ابواللہ :

آپ دکن میں طبع فلاںڈر کے ایک گاؤں قندھار میں ۲ ربیع الثانی  
۱۲۶۲ھ کو پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد فقہ کی جلد کلمیں اپنے والد سے پڑھیں۔  
پھر دیگر مقصد دہلیما تحصیل حکم کی جن میں مولانا عبد الحی بھی شامل ہیں۔  
تسلیم کی تکمیل کے بعد حکومت نظام کے دفتر مالگزاری میں ملازم ہو گئے۔ پھر جلد ہی

استمفا دہیا - ۱۲۹۲ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بہت کر کے اجازت حاصل کی - وہاں سے واپس آئے تو نظام سادس امیر محبوب علی خان کے معلم منتخب ہوئے اور خان بہادر کا لقب پایا - ۱۳۰۱ھ میں دوسری بار حج کیا اس کے بعد ۱۳۰۵ھ میں تیسرا حج کیا اور اس مرتبہ تین سال مدینہ منورہ میں قیام کیا - وہاں سے واپس آئے تو ولی عہد امیر عثمان علی خان کے معلم مقرر ہوئے - ۱۳۲۲ھ میں وزراء اوقاف کے متولی ہوئے اور نواب فیض جنگ کے لقب سے سرکار کئے گئے اس طرح آپ کو بڑی وجاہت حاصل ہوئی -

آپ نہایت عبادت گزار، پرہیزگار اور رسوم بدعات سے سخت بیزار تھے - رفقاء علم کے لئے بہت سی اصلاحات بھی آپ نے نافذ کیں - پھر ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ کو آپ کا انتقال ہو گیا - آپ کی چند تصانیف یہ ہیں -

”قادة الافہام - حقیقۃ اللہ - انوار احمدی اور حامد الاسلام“ وغیرہ -

۲ - مولوی بدیع الزمان لکھنوی :

آپ ۱۲۵۰ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے - کچھ کلامیں مولانا عبدالحی سے پڑھیں اور دیگر علماء سے بھی علم حاصل کیا - پھر حج و زیارت سے مشرف ہوئے - اس کے بعد پھر حال چلے گئے وہاں نواب صدیق حسن خان نے ملازم رکھ لیا - لیکن کچھ عرصہ کے بعد بعض اسباب کی بنا پر آپ کو پھر حال سے نکال دیا گیا - تب آپ حیدرآباد چلے گئے -

آپ ایک مشہور عالم، فاضل اور محدث تھے - تظہید کے مفکر اور سخت معصب تھے اور اختلاف کے ساعد سخت کلاوی سے پیش آتے تھے - تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے - آخر کار ۱۳۰۲ھ میں انتقال کر گئے - آپ کی چند تصانیف یہ ہیں -

”ترجمۃ جامع الترمذی - سبکۃ الذهب الامیز - فتح العنان فی لغات القرآن -

مرآۃ الایقان فی قصص القرآن - ریاض الجنۃ - رسالۃ فی الاستواء علی العرش -

## رسالة فی تحقیق علم النیب<sup>۱</sup>۔

۵۔ مولوی حبیب اللہ بک دی :

آپ کی ولادت اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بکدوہ میں ہوئی۔ خانپور لا میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ پھر مولانا عبد الحی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علم حدیث اخذ کیا۔ فراغت کے بعد کاکڑی کے انگلش اسکول میں ملازم ہوئے پھر لکھنؤ میں عرصہ ۱۰ سال تک مدرس رہے۔ پھر لکھنؤ آکر دارالعلوم ندوۃ میں عرصہ ۱۰ بڑھایا۔ اس کے بعد ڈھاکہ تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ عالیہ میں مدرس ہوئے۔ ۱۳۴۹ھ میں وہاں سے پٹنہ مل گئی توجہ بہت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر لکھنؤ میں دارالعلوم کے ناظم ہوئے۔ اور تقریباً دس سال تک یہ خدمت انجام دی۔ پھر ۱۳۴۸ھ میں اس سے علیحدہ ہوئے۔ ۱۳۶۲ھ کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

آپ نے استاد مولانا عبد الحی کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جو "کنز البرکات فی سیرۃ مولانا ابن الحسین" کے نام سے معروف ہے۔ اس کے علاوہ مہنت کی "کتاب الصریح" پر ایک مہسوط حاشیہ بھی لکھا۔

۶۔ مولوی شہر علی حیدر آبادی :

آپ کی پیدائش ضلع رھاڑی پنجاب کے ایک گاؤں ترکیا واس میں ہوئی۔ والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا۔ اس لئے اپنے ماموں کے زیر سایہ بلند شہر میں تربیت پائی۔ پھر تحصیل علم کے لئے اجیر، اسد آباد، سورت اور دہلی وغیرہ مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اس سلسلہ میں لکھنؤ آئے اور مولانا عبد الحی کے درس میں شریک ہوئے۔ پھر حیدر آباد پہنچے۔ وہاں نواب قلی الاورانے آپ کو اپنے بیٹے کا معلم مقرر کر دیا حیدر آباد

۱۔ نزہۃ الخواطر ۸/۸۹-۹۰

۲۔ " " ۸/۱۲۳-۱۲۴ تراجم طائیف حدیث جلد ۲۹۵-۲۹۸

ہی میں آپ نے شادی کر لی اور وہیں سکونت پزیر ہو گئے۔ پندرہ سال کے بعد علامہ شہلی صاحبی نے آپ کو لکھنؤ بلا کر دارالعلوم ندوہ کا ناظم اور صدر مدرس کر دیا۔ دو سال تک یہاں درس دینے کے بعد آپ پھر حیدرآباد چلے گئے اور وہاں دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر جب ضابطہ ہونیوہی قائم ہوئی تو آپ ہونیوہی میں منتقل ہو گئے اور شعبہ دینیات کے صدر مدرس ہوئے۔ یہاں تک کہ وہاں سے آپ کو پٹنن مل گئی۔ پھر ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۵۲ھ کو آپ کی وفات ہو گئی۔

#### ۷۔ مولوی ظہور الاسلام نصیری :

آپ رائے پری کے قصبہ دلو میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ کلکتہ بھی آئے اور یہاں مفتی لطف اللہ سے درس کیا۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں مولانا عبد الحسی سے علم حدیث اخذ کیا اور بعض دوسری کتابیں بھی پڑھیں۔ پھر آپ نے نصیر میں اپنی ایک عربی مدرسہ قائم کیا اور اس میں درس دینے رہے۔

آپ علم ظاہر و باطن دونوں کے حلیل تھے۔ نہایت متواضع، خوش خلق، عبادت گزار، اور شب بیدار بزرگ تھے۔ آپ کی صحت سے بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو نفع ہوا۔ بعض غیور مسلم رؤسا بھی آپ سے بہت عظمت رکھتے تھے۔ دوسرے آپ نے حجاز کا سفر بھی کیا۔ آپ ندوۃ العلماء کے ممبر تھے اور دینی اور عصری دونوں قسم کی تعلیم کو ساتھ ساتھ جاری کرنے کے حلی تھے۔ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

#### ۸۔ مولوی ظہیر احسن نصوی :

آپ کی ولادت عظیم آباد کے ایک کاون بھی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم

سے فراغت کے بعد لکھنؤ آئے۔ یہاں مولانا عبدالحی اور دیگر علماء سے مزید علم حاصل کیا۔ پھر عرصہ دراز تک شکرگوں میں مشغول رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمتِ حدیث کی توفیق عطا کی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ اپنے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اس کی تعبیر ان کو یہ بتائی گئی کہ وہ علم نبوت کے حامل ہو گئے۔ اسی سے متاثر ہو کر آپ نے حدیث کا مطالعہ شروع کیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً ۱۳۲۵ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ تصانیف کے نام یہ ہیں :-

”آثار السنن - التعلیق الحسن علی آثار السنن - الجہل الطین -  
أَوْشحة الجہد فی تحقیق الاجمعاد و التعلید“ وغیرہ۔

۱۔ مولوی عبد الباقی فرنگی محل :

آپ ۱۸ رجب ۱۲۸۶ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد متعدد درس کتابیں مولانا عبدالحی سے پڑھیں اور دیگر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ محفل علم سے فراغت کے بعد عرصہ تک لکھنؤ ہی میں درس و افتادہ میں مشغول رہے۔ آپ نے تین بار حرمین شریفین کا سفر کیا۔ پہلی بار ۱۳۰۸ھ میں دوسری بار ۱۳۱۲ھ میں اور تیسری بار ۱۳۲۱ھ میں۔ تیسری بار فریضہ حج ادا کرنے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں فطانت و فوکل کے ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ کو انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں سپردِ رحمت ہوئے۔

آپ نے اپنے استاد مولانا عبدالحی کے حالات میں ایک کتاب

”حسرة الفحول بوفاة نائب الرسول“ لکھی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد کتابیں اور رسائل و حواشی لکھے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

”لکھ“ المدینة فی مختارات العونہ - الجواهر المبررة للنہارة المصطفیة۔



حاشیہ ۱ توضیح قلوب ، حاشیہ نورالایضاح ، رسالہ فی صحت الفقہاء ، رسالہ فی تحقیق علم الفہم وغیرہ ۔

#### ۱۰ ۔ مولوی عبد الحلیم دیلوی :

آپ شہر ویلور صوبہ مدراس میں ۱۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ پھر تحصیل علم کے لئے مختلف مقامات کا سفر کیا۔ اسی سلسلہ میں حیدرآباد پہنچے اور وہاں مولانا عبدالحی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر حجاز کا سفر کیا اور حج و زیارات سے مشرف ہوئے۔ آپ بڑے عالم و فاضل تھے۔ عربی زبان میں آپ کو بہت رسوخ حاصل تھا۔ عربی لکھنے کی بھی آپ کو اچھی مشق تھی۔ مسافر کلامیہ میں آپ کو خاص عہدہ حاصل تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

#### ۱۱ ۔ مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی :

آپ کی ولادت رجب ۱۲۷۶ھ میں لکھنؤ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد فضل حسین سے حاصل کی۔ پھر تمام درس کثا میں مولانا عبدالحی سے پڑھیں۔ آپ نے مختلف شہروں کا سفر کر کے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ شروع میں کچھ دن "اودھ اخبار" میں مضامین لکھتے رہے۔ اس کے بعد خود کئی حلقہ دار اور ماہانہ رسالے جاری کئے۔ ۱۳۱۱ھ میں نواب وقار الامراء وزیر الدولۃ الآصفیہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کو انگلینڈ بھیج دیا۔ وہاں آپ نے انگریزی بھی سیکھ لی۔ دو سال بعد انگلینڈ سے واپس آئے اور حیدرآباد میں وزیر موصوف کی سرپرستی میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر ۱۳۲۳ھ میں جب وزیر موصوف کا انتقال ہو گیا تو آپ لکھنؤ واپس چلے آئے۔ لیکن اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً حیدرآباد جاتے رہے۔ آخر کار ۱۳۲۵ھ میں انتقال کر گئے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ جن میں چند نام یہ ہیں۔

۱ ۔ نزہۃ الخواطر ۱۷/۸ - ۲۱۶ ۔ تذکرہ طوائف فرنگی میں ۸۵ - ۸۲

۲ ۔ " " " ۲۲۴/۸

”تاریخ سندھ“ ، تاریخ ارض مقدس ، سہرت جلیلہ ، سہرت شہلی ،  
سہرت معین الدین جشی ، تذکرۃ المشاہیر وغیرہ ۔

۱۲ ۔ مولوی عبد الحمید المصروف بحمد الدین الفرائی :

آپ اعظم گڑھ کے ایک کان فریختہ میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے  
کچھ عرصہ علامہ شہلی نعمانی سے علم حاصل کیا ۔ پھر لکھنؤ آکر مولانا عبد الحی سے قصہ  
تحصیل علم کی ۔ اس کے بعد لاہور چلے گئے اور وہاں انگریزی تعلیم حاصل کی ۔ کراچی  
میں عرصہ قلمی خدمت میں مصروف رہے ۔ پھر طبرگڑھ اور الہ آباد میں بھی  
تعلیم و تدیس کے سلسلہ میں قیام کیا ۔ اس کے بعد حیدرآباد کے دارالعلوم میں عرصہ  
قلمی مدرس رہے ۔ پھر اعظم گڑھ آکر مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں مصروف  
ہو گئے ۔ آپ نے اپنے کان کے قریب قصہ سرائے میر میں مدرسۃ الاصلاح کے نام سے  
ایک دینی مدرسہ قائم کیا ۔ آپ دارالمصلحین کی مجلس منتظمہ کے صدر بھی رہے ۔  
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ کو آپ کی وفات ہوئی ۔

آپ کو علوم ادبیہ خصوصاً علم بلاغت سے بڑا شغف تھا ۔ قرآن  
کریم کے معانی و اسالیب میں تدبر اور غور و فکر آپ کا خاص مشغلہ تھا ۔ انشاء میں بھی  
آپ کو قدرت کاملہ حاصل تھی ۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں :

”الایمان فی التلکیم القرآن“ ، الرأی المصحح لہمن ہوالذہب ، دیوان شمر فارسی ،  
دیوان شمر عربی ، اس کے علاوہ مختلف سورتوں کی تفسیر اور چند کتابیں ہیں ۔

۱۳ ۔ مولوی عبد العزیز فرنگی محلی :

آپ نے اکثر درجہ کتب میں مولانا عبد الحی سے پڑھیں اور طب میں بھی

۱ ۔ نزہۃ الخواطر ۲۶۸-۲۲۲ ۔ تذکرہ طوائف حدیث ہند ۵۲۲-۲۶۲

سیرۃ المصلحین ۵۲۹-۶۰۰ ۲ ۔ نزہۃ الخواطر ۲۰۸-۲۲۹

مہارت حاصل کی ۔ فراغت کے بعد قندھار میں مشغول ہو گئے ۔ پھر آپ کوکبہ صاحب کی جانب توجہ کر لی پڑی ۔ عرصہ کچھ نہیں آباد اور کوئٹہ کے اضلاع میں ملازمت کی ۔ اس کے بعد اپنے وطن لکھنؤ آ گئے اور کالون اگول کے میں دینیات کے مدرسہ طور ہوئے ۔ آخر عرصہ کچھ اس خدمت پر مامور رہے ۔ آپ عالم ، کامل اور عابد شب زندہ دار تھے ۔ ۱۳۳۰ھ میں حج پر قندھار سے بھی مشرف ہوئے ۔ ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ کو آپ نے انتقال کیا ۔ آپ کی خاص تالیفات یہ ہیں ۔

”تتمۃ عمدۃ الرہایۃ موسوم بحسن الرہایۃ ، مخریج العزایۃ للزیلعی“  
 حاشیہ کنز ۔ حاشیہ موجز ، حاشیہ ہر قطبی وغیرہ ۔

## ۱۲ — مولوی عبد الملک الدیاسی :

آپ جنوری صوبہ مدراس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی ۔ جوانی کے زمانہ ہی میں لکھنؤ آ گئے ۔ یہاں مولوی الہی بخش فیض آبادی سے اکثر درسی کتب میں پڑھیں اور بعض کتابیں مولانا عبد الحی سے بھی پڑھیں ۔ پھر مطبع نظامی میں تصحیح کتب کی خدمت پر مامور ہو گئے ۔ اس کے بعد لکھنؤ ہی میں ایک مطبع خود قائم کیا جس سے عربی اور دینیات کی بہت سی کتابیں شائع ہوئیں ۔ آپ کو انشاء نگاری ، حاشیہ نویسی اور شعر گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا ۔ آپ نے اپنے استاد مولانا عبد الحی کی وفات پر عربی اور فارسی میں تاریخی قطعات بھی لکھے ہیں ۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا ۔ آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں ۔

”النبصرة النظامية فی الرؤس الثمانية“ ، نبصرة الحکمة فی حفظ الصحة ، فکلمة واجب الحفظ ، حل التصاریف المشکلة ، میزان اللسان اور تنبیہ الدہلین<sup>۲</sup> ۔

۱ — نزہۃ الخواطر ۸ / ۲۵۸ — تذکرہ علمائے فرنگی محلی ص ۱۲۲

آثار الاول ۱۸ -

۲ — نزہۃ الخواطر ۸ / ۲۶۵-۲۶۷

۱۵ — مولوی عبد الشکور رمضان پوری :

آپ کی ولادت ۱۲۸۰ھ میں ضلع مولکیر کے ایک کلون رمضان پور میں ہوئی۔ جلد علماء سے تحصیل علم کے بعد آپ لکھنؤ آئے اور مولانا عبد الحی کی خدمت میں زانیے قلمذ نہ کیا۔ پھر سہارنپور جا کر شیخ احمد علی سہارنپوری سے حدیث پڑھی۔ اس کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے۔ آپ کی تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق تھا اپنے اتحاد مولانا عبد الحی کے رسالہ "الانصاف فی حکم الاعکاف" پر اپنا ایک حاشیہ لکھ ہے جو "الانصاف حاشیۃ الانصاف" کے نام سے موسوم ہے اور مولانا کے قلم رسالہ کے ساعد چمکا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں :

"تسہیل المتأمل ، شرح التعذیب ، عدة المقاصد ، مفید الاحناف فی بحث السلام ، رسالہ فی سجود السجود ، خلاصة الطرقات وغیرہ"۔

۱۶ — مولوی عبد المجید فرنگی محلی :

آپ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن کے بعد اپنے چچا محمد نسیم سے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد اکثر درویش گناہین آپ نے مولانا عبد الحی سے پڑھیں۔ جب مولانا کا انتقال ہو گیا تو مولوی عبد القیاس حیدر آبادی سے استفادہ کیا۔ پھر حج و زیارات شرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں قرات و جمہود سیکھی۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آئے اور کیننگ کالج لکھنؤ میں ملازم ہو گئے۔ یہ ملازمت آخر عمر تک قائم رہی۔ حکام کی نظر میں آپ کو بڑا اعزاز حاصل تھا۔ چنانچہ آپ کو حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا لقب ملا۔ مقولات میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ نہایت مؤلف ، خوش خلق اور ہردلعزیز تھے۔ فتویٰ اور خطابات میں خاص طور پر مرجع الام تھے۔ آپ نے کچھ تصانیف بھی یاد کار ہیں چھوڑی ہیں۔ جن میں "شرح ہدایۃ الصرف" معروف ہے۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۰ کو لکھنؤ میں آپ کا انتقال ہوا۔

۱ — نزہۃ الخواطر ۲۷۸ — ۲ — نزہۃ الخواطر ۲۷۸ — تذکرہ علمائے فرنگی

## ۱۷ — مولوی عبد الوہاب بہاری :

آپ کی ولادت بہار کے ایک گاؤں سریندہ میں ہوئی۔ اپنے وطن کے علماء سے تحصیل علم کر کے لکھنؤ آئے اور مولانا عبد الحی سے مزید علم حاصل کیا۔ معلم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ عرصہ دراز تک کانپور میں درس دیتے رہے۔ پھر حیدرآباد میں درس دیا۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرس ضرر ہوئے۔ منطق و حکمت میں آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی بہت سے علمائے کبار آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو آپ نے انتقال کیا۔ آپ کی تصانیف میں چند یہ ہیں۔

”الصحيفة الملکوتية حاشیہ علی میرزا عبد رسالہ“ شرح ہدایۃ الحکمة  
اس میں آپ نے علامہ عبد الحق خیر آبادی پر تعقب کیا ہے۔

## ۱۸ — مولوی عبد القضاۃ حیدر آبادی :

آپ ۱۲۸۴ھ میں حیدرآباد پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ تک اپنے وطن میں علم حاصل کیا۔ پھر لکھنؤ چلے آئے اور مولانا عبد الحی کے حلقہٴ درس میں شریک ہو کر تمام درسی کتابیں مولانا سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد لکھنؤ ہی میں درس و تلامذہ میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب سورت شریف لے گئے اور وہاں شیخ موسیٰ حی سے طریقہٴ نقشبندیہ حاصل کیا۔ پھر لکھنؤ واپس آ گئے اور عرصہ تک مولانا عبد الحی کے مکان میں کثرتاً رہے۔ اس کے بعد حرمین شریف کا سفر کیا اور وہاں دو سال تک رہے۔ جب واپس آئے تو آپ کے والد نے لکھنؤ میں ایک مکان آپ کے لئے بنوا دیا۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ ۱۳۲۷ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج کیا۔ ۲ رجب ۱۳۲۳ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ علومِ علیہ میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ شرح ہدایۃ الحکمة پر آپ نے ایک مہیوط حاشیہ لکھا ہے۔

## ۱۹ — مولوی فتح محمد لکھنوی :

آپ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بہت ہرست تھے لیکن والدہ سلطان تھیں۔ چنانچہ آپ کی پرورش آپ کی والدہ نے اپنے دین کے مطابق کی۔ جب آپ سن "رشد" کو پہنچے تو مولانا عبدالحی کی صحت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ اصول کلام اور حدیث وغیرہ آپ مولانا سے پڑھا۔ پھر درس والفادہ میں مصروف ہو گئے۔ اور "رفاء الصلحین" کے نام پر ایک مدرسہ بھی آپ نے لکھنؤ میں قائم کیا۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

"خلاصۃ التفسیر"، "اصلاح الأعمال"، "تطہیر الأموال فی معاملات اللہ"، "القول الثابت فی الکلام"، "القول المہذب فی إنبات التقلید وغیرہ"۔

## ۲۰ — مولوی قادر بخش سہروردی :

آپ کی ولادت ۱۲۷۳ھ میں سہرورد میں ہوئی۔ اپنے والد مولوی حق علی اور چند دیگر علماء سے تحصیل علم کے بعد لکھنؤ آ گئے اور مولانا عبدالحی کے فلاسفہ میں شامل ہو کر درسات کی اکثر بڑی کتابیں مولانا سے پڑھیں۔ پھر حجاز کا سفر کر کے حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں مختلف علماء سے استاد بھی حاصل کیں اس کے بعد ہندوستان واپس آ کر قدیم و جدید کتب میں مشغول ہو گئے۔ رجب ۱۳۳۷ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ آپ بہت اچھے واعظ اور خطیب تھے اور تصنیف و تالیف سے بھی آپ کو دلچسپی تھی۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

"القریر الحقول فی فضل الصحابہ و اہل بیت الرسول"، "الأربعین فی إشاعة مراسم الدین"، "ضرب القادر علی رقبۃ الواعظ الفاجر"، "رفع الارقیاب عن الضعفین لشرف الأقطاب"، "غایۃ المقال فی رؤیۃ الحلال" وغیرہ !

## ۲۱ — مولوی محمد ادریس نکرانی :

دوشنبہ ۱۴ شوال ۱۲۷۵ھ کو نکران میں آپ کی ولادت ہوئی ۔  
اپنے والد مولوی عبد العلی سے درس کتابیں پڑھیں اور فقہ کا علم حاصل کیا ۔ پھر لکھنؤ  
آکر اصول فقہ کی مشہور کتاب ” مسلم الثبوت “ مولانا عبد الحی سے پڑھی ۔ آپ  
نبات مکی و ہرہزگار اور خوش خلق و خود دار تھے ۔ اپنا زیادہ تر وقت تدوین و  
تذکرہ اور تصنیف میں گزارتے تھے ۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کو نکران میں آپ کا  
انتقال ہوا ۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں ۔

” ابراز الکتمان من فکحل ایمان ، القول العین فی التأملین ، حلقۃ النبلاء  
فی آداب الخلفاء ، القول الموطن فی تحقیق الصلاة الوسطی ، الکلام المستود  
علی رواۃ مؤطاً محمد ۔ البرہان علی حکم تطہیل الإیما من عند الأذان ،  
تطہیب الاخوان بذکر علماء الزمان “ وغیرہ

## ۲۲ — مولوی لکھنوی <sup>محمد سلیمان</sup> پھلواری :

۱۰ محرم ۱۲۷۶ھ کو آپ پھلواری میں پیدا ہوئے ۔ کچھ عرصہ تک  
اپنے شہر کے ملازم سے پڑھا ۔ اس کے بعد لکھنؤ آکر مولانا عبد الحی سے علم حاصل کیا  
پھر ہندوستان کے دوسرے بڑے علماء سے بھی استفادہ کیا ۔ حج و زیارت کے لئے حرمین  
شریفین تشریف لے گئے ۔ وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہو کر اجازت لے  
حاصل کی ۔ واپس واپس آپ کو زبردست قدرت حاصل تھی ۔ آپ لدوۃ العلماء کے  
مؤیدین میں سے تھے اور لدوہ کے پانچ سالانہ جلسوں کی آپ نے صدارت بھی فرمائی ۔  
۲۷ ستمبر ۱۳۵۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی ۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں ۔

” شجرة السعادة وسلسلة الکرامة ، آداب الفاضلین ، شرح القصيدة الثنویة ،  
ذکر الصبیح ، صلاح الدانین فی برکات الحرمین ، صیلة الأحباب من إهانة الأصحاب “ وغیرہ

۱ — نزہۃ الخواطر ۸/۲۸۶۸ - تذکرہ علمائے ہند - ص ۷۷

۲ — ” ۸/۷۰-۱۶۹ ”

۲۳ — مولوی محمد عثمان جٹاوری :

آپ ۱۲۸۳ ھ میں اعظم کڑہ کے ایک کان جٹاوری میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ جلد طب سے تحصیل علم کر کے لکھنؤ آئے اور مولانا عبدالحی سے مزید علم حاصل کیا۔ اس کے بعد مختلف اطباء سے آپ نے طب کی کتابیں بھی پڑھیں۔ پھر کاکوری میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ساری زندگی وہیں درس دیتے رہے۔ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف میں بھی مشغول رہتے تھے۔ آپ کی جلد تصانیف یہ ہیں۔

”تخریج الجواهر المبقریة من الذخيرة الاسکندریة“ ، الصواعق المشعلة علی قبیضہ الجہلۃ ، جاموس النوا عیس بحکم الاسطحاخس۔“

۲۴ — حکیم محمد یاسین آروی :

آپ کی ولادت ۱۲ شوال ۱۲۸۰ ھ کو آروہ میں ہوئی۔ سن سیز کو پہنچنے کے بعد اپنے والد مولوی ناصر علی اور دیگر علمائے آروہ سے درس کتابیں پڑھیں پھر کچھ عرصہ کلکتہ میں رہے۔ اس کے بعد لکھنؤ آکر مولانا عبدالحی سے فراغت حاصل کی۔ بعض طباء سے آپ نے طب بھی پڑھا۔ پھر اپنے وطن آوہ میں جاکر درس و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شغل بھی جاری رکھا۔ آپ کی خاص تصانیف کے نام یہ ہیں۔

”حسین الصالحین“ ، تنبیہ الشیاطین ، رسالۃ فی جہر القائلین وسرّہ فی الصلاة ، رسالۃ فی المناظرۃ ، رسالۃ فی مناقب الامام اُبی حنیفہ۔“

۱ — ترجمۃ الخواطر ۳۱۹/۸

۲ — ” ” ” ” ۲۶۱/۸



## ۲۵ - مولوی وحید الزمان حیدرآبادی :

آپ ۱۲۷۶ھ میں کانپور میں پیدا ہوئے۔ وہاں کے متعدد علماء سے تحصیل علم کرکے لکھنؤ آئے اور مولانا عبدالحی سے مزید علم اخذ کیا۔ متعدد بار حجاز کا سفر کرکے وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ پھر حیدرآباد میں سکونت پذیر ہو گئے اور دولت آملیہ میں ملازمت کر لی۔ پھر ترقی کرکے وزیر سلطنت کے مستند ہو گئے اور نواب وقار نواز جنگ بہادر کا لقب پایا۔ جب ملازمت سے ہٹیں مل کئی نو مطالبہ کتب اور تصانیف میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر مدینہ منورہ فتویٰ لے گئے اور وہیں مستقل سکونت کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اپنی زوجہ کی بیماری اور ان کے اصوار کی وجہ سے حیدرآباد واپس چلے آئے۔ ۲۶ شعبان ۱۳۳۸ھ کو آصف نگر میں آپ کا انتقال ہوا اور وہاں سے وقار آباد لا کر دفن کیا گیا۔

آپ کا شمار بڑے مؤلفین میں ہوتا ہے۔ آپ نہایت عالی ہمت تھے۔ جوانی میں قرآن حفظ کیا۔ دن بھر یہ نکان لکھتے پڑھتے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی اکثر تصانیف کتب حدیث کے تراجم ہیں۔ تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ چند مشہور تالیفات کے نام یہ ہیں۔

”تسمیل القاری شرح صحیح البخاری، شرح صحیح مسلم، شرح مؤطا امام مالک، رفع المجالفة شرح سنن ابن ماجہ، نور العداۃ شرح شریعہ السوفاۃ، احسن اللوائد فی تخریج احادیث، شرح المقائد، وحید اللغات، وحید اللغات فی غریب الحدیث“ یہ کتاب بڑی قطع پر اشعاریں جلدوں میں ہے۔

مولانا عبدالحی کے جن فلامذہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں سے <sup>اصحاب</sup> اکثر اصحاب تصانیف ہیں۔ اور باقی کچھ اور حیثیت سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مولانا کے فلامذہ کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ عیالت کے خوف سے ان کا تفصیلی تذکرہ حذف کر کے صرف نام مع حوالہ کے درج کیا جا رہا ہے۔

- ۲۶ - مولوی آزاد خان  
۲۷ - مولوی ابوالحسن  
۲۸ - مولوی احمد بن عبد اللہ ابوالحیات  
سکندر پوری  
۲۹ - مولوی اصحابز حسن ہانی بی  
۳۰ - مولوی اکبر خان ولا بی  
۳۱ - مولوی پشاورت کریم  
۳۲ - مولوی قلیف حسن دہلوی  
۳۳ - مولوی سید رسان گاہی  
۳۴ - مولوی سید مرفعی غازی پوری  
۳۵ - مولوی سید مصطفیٰ بن یوسف الشوکی  
المقولی ۱۳۲۰ھ  
۳۶ - مولوی عابد کوثر خیر آبادی المقولی  
۱۳۲۰  
۳۷ - مولوی عہاد الحق بن نظام الحق  
فرنگی محلی المقولی ۱۳۹۲ھ  
۳۸ - مولوی عبد الاحد آلہ آبادی  
۳۹ - مولوی عبدالاول بن کرامۃ علی  
جونپوری المقولی ۱۳۳۹ھ  
۴۰ - مولوی عبد الباری بن قلیف حسن  
عظیم آبادی المقولی ۱۳۱۸ھ  
۴۱ - مولوی عبد الحمید بن عبد الحلیم  
فرنگی محلی  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز البرکات ۲۹  
۲۸  
ردع الاخوان ۵۱  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز البرکات ۲۹  
۲۸  
نزهة الخواطر ۹۳/۸  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز البرکات ۲۹  
۲۸  
نزهة الخواطر ۲۷۸  
تذکرہ طمانح اہل سنت ۱۱۳ - ۱۱۴  
آثار الاول ۲۶ - تذکرہ طمانح فرنگی محل ۹۱  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۶ - کنز البرکات ۲۸  
نزهة الخواطر ۲۱۱/۸ - ۲۱۲  
تحریرت مولانا عبداللہ جونیوری  
نزهة الخواطر ۲۱۴/۸ - ۲۱۶  
بحر المعلوم ۵۶-۵۸ - تذکرہ طمانح فرنگی  
محل - ۱۵۰

- ۲۲ - مولوی عبد الحق بن مخلص الرحمن  
نزهة الخواطر ۲۳۷/۸ - ۲۴۰/۸
- ۲۳ - مولوی عبد الرحمن ساکن صاحب کتب  
نزهة الخواطر ۲۶۰/۸ - ۲۶۱/۸
- ۲۴ - حکیم عبد الرشید بن مفتی شیخ احمد  
نزهة الخواطر ۱۱۸ - ۱۱۹
- ۲۵ - مولوی عبد المنیر ساکن بڑا اعظم کڑھ  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۲۶ - مولوی عبد العلی بن ابراہیم محقق لکھنؤ  
نزهة الخواطر ۲۶۰/۸ - ۲۶۱/۸
- ۲۷ - مولوی عبد الفتی بہاری  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۲۸ - مولوی عبد القادر ولایتی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۲۹ - مولوی عبد الکریم پنجابی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۵۰ - مولوی عبد اللہ بن عبد اللہ المتوفی ۱۳۲۱ھ  
نزهة الخواطر ۲۹۴/۸ - ۲۹۵/۸
- ۵۱ - مولوی عبد الماجد بن عبد الواحد المتوفی ۱۳۶۵ھ  
نزهة الخواطر ۳۰۸/۸ - ۳۰۹/۸
- ۵۲ - مولوی عبد اللہ اعظم کڑھ  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۵۳ - مولوی علی حیدر خان طبع آبادی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۵۴ - مولوی فد احسن  
نزهة الخواطر ۳۵۹/۸ - ۳۶۰/۸
- ۵۵ - مولوی فضل الحق بن امان اللہ  
نزهة الخواطر ۱۶۵ - ۱۶۶
- ۵۶ - مولوی قاسم یار بن جعفر کوئی  
نزهة الخواطر ۳۴۱/۸ - ۳۴۲/۸
- ۵۷ - مولوی لطیف الرحمن عظیم آبادی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۵۸ - مولوی محمد ابراہیم الہ آبادی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۵۹ - مولوی محمد اسحاق ساکن امبھی  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۶۰ - مولوی محمد قلی اعظم کڑھ  
نزهة الخواطر ۱۱۶ - ۱۱۷
- ۶۱ - مولوی محمد حسین بن احمد حسن  
نزهة الخواطر ۲۲۲/۸ - ۲۲۳/۸

- ۶۲ - مولوی محمد حسین بن فضل حسین  
نسخہ الخواطر ۸/۲۲۵-۲۲۶  
المطوفی ۱۳۲۲ھ
- ۶۳ - مولوی محمد شعیب ولاہی  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز الہرکات ۲۹  
۶۴ - مولوی محمد عثمان اعظم گڑھی  
۶۵ - مولوی محمد مکی ابو الخیر بن سخاوت علی  
نسخہ الخواطر ۸/۲۵۶-۲۵۷  
جوبہری المطوفی ۱۳۲۲ھ
- ۶۶ - مولوی محمد نذیر لکھنوی  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز الہرکات ۲۹  
۶۷ - مولوی محمد ہارون نصیر آبادی  
۶۸ - مولوی محمد یوسف بن محمد قاسم  
فرنگی محل المطوفی ۱۳۰۴ھ  
فرنگی محل ۲۲ - تذکرہ طمانح فرنگی محل ۲۰۹
- ۶۹ - مولوی محمود بن غلام محمد المطوفی  
نسخہ الخواطر ۸/۲۶۳  
۱۳۳۷ھ
- ۷۰ - مولوی مسطیٰ مر الحق عظیم آبادی  
تذکرہ طمانح ہند ۱۱۷ - کنز الہرکات ۲۹  
۷۱ - مولوی نصیر الحق بن محمد حسین  
نسخہ الخواطر ۸/۵۰۲  
المطوفی ۱۳۳۸ھ
- ۷۲ - مولوی نسیم الدین بن نیر الدین  
تذکرہ طمانح فرنگی محل ۲۱۳  
فرنگی محل المطوفی ۱۳۲۹ھ
- ۷۳ - مولوی ولاہت حسین بن خیرات حسین  
نسخہ الخواطر ۸/۵۱۸-۵۱۹  
الہردوانی المطوفی ۱۳۰۴ھ

# باب سوم

اخلاق و اوصاف اور علمی خدمات و کمالات

## اخلاق وعادات

خاموش طبعی و ہرد ہاری :

مولانا اگرچہ بڑے اچھے واعظ اور بلند پایہ خطیب تھے اور نہایت مبلغ نظر کرتے تھے لیکن طبعاً وہ خاموش مزاج تھے۔ بلا ضرورت گفتگو نہیں کرتے تھے اور جب بولتے تو ہر محل اور بقدر ضرورت ہی بولتے تھے۔ اہل علم کی مجلس میں بھی وہ عموماً خاموش ہی رہتے تھے جب کسی مجلس میں علماء کے درمیان کسی موضوع پر مباحثہ شروع ہو جاتا تب بھی وہ خاموشی سے بیٹھے ہوتے سب کی گفتگو سنتے رہتے اور خود کچھ نہیں کہتے تھے۔ آخر میں جب اہل مجلس آپ کی طرف رجوع کرتے تب آپ اپنی زبان کھولتے اور پھر اسی گفتگو فرماتے کہ سب لوگ اسے پسند کر کے آپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آپ بہت حلیم اور ہرد ہار بھی تھے۔ کبھی کسی بات پر آپ کو طعنے اور غصہ نہیں آتا تھا۔

فناعت پسندی :

مولانا بہت فناعت پسند تھے۔ مال و دولت اور جاہ و منصب کی ہوس ان کے اندر نہیں تھی۔ وہ خود لکھتے ہیں -

”ومن مہمہ علیّ اَنہ اُلّی مہمہ المسلم فی قلبی واُخری  
اَللّٰہُ امور الریاسۃ منی۔“

(مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان یہ ہے کہ اس نے میرے دل میں علم کی محبت ڈال دی اور ریاست و اقتدار کی محبت میرے دل سے نکال دی۔)

جنانہ حیدر آباد میں جب مولانا کے والد کا انتقال ہوا اور اس وقت ان کے والد وہاں ناظم عدالت تھے تو مولانا کو عہدہ قضا پیش کیا گیا اور آپ کے اعزہ و احباب نے بھی اس عہدہ کو قبول کر لینے پر اصرار کیا۔ لیکن مولانا نے محض اس بناء پر اس سے انکار کر دیا کہ اس عہدہ کے اختیار کر لینے میں محاسبہ کا خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ قد ریس و تصنیف کے مشاغل میں بھی اس سے خلل واقع ہوگا۔ غرض مولانا نے پھر شرط خدمت کے صرف ثنائی سو روپہ ماموار پر اکتفا کیا۔ وہ خود تحریر فرماتے ہیں -

" قلعت بالسر و ترک الکبر واللہ علی ما نقول شہیداً "

(میں نے قلیل پر قناعت کی اور کبر کو ترک کر دیا اور جو کچھ میں کہتا ہوں ، اس پر اللہ گواہ ہے ۔)

### نواضع و خاکساری :

مولانا اپنے تمام فضل و کمال کے باوجود منکس و انزاج تھے ، نواضع و خاکساری ان کی فطرت میں تھی ۔ سفر و غرور کا کوئی شائبہ بھی ان کے کسی عمل یا تحریر میں نہیں ملتا ۔ " النافع الکبر " میں اپنی تصانیف کی فہرست درج کرنے کے بعد کہتے ہیں -

" و هذا کلمہ من شیخ ربی تعالیٰ علیّ "۔

( یہ سب کچھ میری بزرگ و برتر پروردگار کے احکامات میں جو اس نے مجھ سے پر کئے ہیں ۔ )

اس کے بعد مولانا نے اپنے فضائل و اوصاف کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کا بیان اسی انداز سے کیا ہے کہ یہ اللہ کا کرم ہے - پھر لکھتے ہیں :-

" هذا به من منع ربنا طيبا ، ذكرنا تحديفاً بالصفة  
لا على سبيل الفخر ، ولأنّ فخر لمن لا يدري ما معنى عليه في  
القبر والحشر ، ولا أحسن كم من نعم أفيض على وكم  
من فضائل أليقت له ، لله الحمد حمد أكبراً ، وله  
الشكر شكراً أكبراً - "

( یہ ہمارے رب کے جلد انصاف میں جو اس نے ہم پر کئے ہیں - میں نے ان کا ذکر فخر کے طور پر نہیں بلکہ تحدید نصرت کے طور پر کیا ہے اور اس شخص کے لئے فخر کی کیا بات ہو سکتی ہے جس کو یہ نہیں معلوم کہ قبر اور حشر میں اس پر کیا کڑھائی اور میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی نعمتوں کا فیضان اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے اور کتنی فضیلتیں اس نے مجھے عطا کی ہیں - پس اس کے لئے بہت زیادہ حمد و ثنا ہے اور اس کے لئے شکر کثیر ہے - )

شام کے ایک عالم عبد القاح ابو غده لکھتے ہیں :-

" وإنّ ما يلاحظه القارى لكتب الامام الكنوى أنّه لا يرى فيها شيء من  
المصنعة او الاستعلاء والا تفتاح في العلم ، بل يلمس القارى فيها  
مسحة الصوف الرقيق البصر والتواضع الجمّ النمل ، المصنوع بالملم  
والادب الشهي الحنيف - "

( امام لکھنوی ( مولانا عبد الحی ) کی کتابوں کا پڑھنے والا ملاحظہ کرے گا کہ ان کے اندر علیٰ ترغ و تمعی یا کبر و غرور کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا ، بلکہ



قاری ان کے اندر ایک عبق و لطیف تصوف اور شریف و مکمل تواضع کا اثر پائے گا۔ جو خالص شرعی ادب اور علم کے ساتھ مخلوط ہے۔

### شر و فساد سے اجتناب :

مولانا کو فن مظاہرہ میں بڑی مہارت تھی اور اس سے ان کو دلچسپی بھی تھی لیکن وہ محض علمی مسائل کی تحقیق کے لئے اور صرف سنجیدہ اہل علم حضرات سے مباحثہ و مناظرہ پسند کرتے تھے اور غیر سنجیدہ علماء اور جہلاء سے حق الامکان احتراز کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی شر و فساد اور خلفشار کے خوف سے مولانا اپنے خیالات کے اظہار سے بھی باز رہتے تھے جنابہ "النافع الکثیر" میں جب مولانا نے مقدمہ میں کی مختلف کتابوں کے حوالہ سے فقہائے احناف کے طبقات کا بیان کیا تو ان کو محسوس ہوا کہ بعض فقہاء جو ان کی نظر میں اعلیٰ درجہ کے مستحق ہیں ان کو ادنیٰ درجہ کا سمجھا گیا ہے۔ اس طرح بعض دوسرے فقہاء جن کو وہ ادنیٰ درجہ کا سمجھتے تھے ان کو اعلیٰ درجہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس قسم کے کچھ اور خیالات بھی اس سلسلہ میں ان کے ذہن میں آئے لیکن خلفشار کے اندیشہ سے مولانا نے اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ پھر جب ان کو ہارون بن مہاؤالدین بن شهاب الدین مرجانی کی کتاب "ناظورۃ الحق" کے مطالعہ کا موقع ملا تو انہوں نے دیکھا کہ جو خیالات ان کے ذہن میں آئے تھے ان کا اظہار مرجانی نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے اس سے ان کو خوشی ہوئی۔ مرجانی کے خیالات کو بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں:-

”وہذہ الأ نظار الی آورد ما کلمنا مستحکمة مضبوطة ،  
وقد کان بعضھا بخطر بہالی و یخلف بقلی ، إلا أن  
خوف المجادلین کان لا یرخصنی لذكرھا إلی أن  
أرسل إلی بعض الفضل المصر الکتاب المذكور ، فطالمت

وانظمت و حمدت اللہ علی حسن التوارد<sup>۱</sup>۔

(یہ خیالات جن کو مرجانی نے پیش کیا ہے سب کے سب محکم اور مضبوط ہیں ان میں سے بعض میرے ذہن میں بھی آئے تھے اور ان کی وجہ سے میرے دل میں خلش تھی لیکن مجادلین کے خوف سے میں ان کا ذکر نہیں کرتا تھا یہاں کہ کہ ایک مختصر فاضل نے کتب مذکور (ناظرۃ الحق) مجمع بھیجی۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا اور مستفید ہوا اور اس حسن توارد پر اللہ کا شکر ادا کیا۔)

اسی اصول کے پیش نظر مولانا اخلاقی مسائل کی بحث کو صرف علماء کے درمیان محدود رکھتے تھے اور اس میں عوام کو شامل کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ عوام کم عقل اور جذباتی ہوتے ہیں اور جھوٹی جھوٹی اخلاقی باتوں پر لڑائی جھگڑی کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں جس سے صلاح کے بجائے فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جنانچہ فروعی مسائل کے اختلافات کو وہ عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو خلعان میں پھنسا دیتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امام مجتہد کا جو قول حدیث صحیح کے سرعاً خلاف ہوتا ہے، میں اسے ترک کر دیتا ہوں اور اس بارے میں مجتہد کو معذور بلکہ مایوس سمجھتا ہوں۔ پھر لکھتے ہیں:-

”ولکنی لست ممن یثوّر العوام الذین ہم کالانعام،  
بل أکلم بالناس علی قدر عقولهم“۔

(لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عوام کو جن کا حال حیوانوں کے مانند ہوتا ہے تشویش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بلکہ میں لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرتا ہوں۔)

مولانا کے نزدیک مطلق کے لئے فقہا اور کتب فقہیہ کے طبقات کا علم ضروری ہے۔ ایک مطلق کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کس فقہ کا کیا مقام اور کس فقہ کا کتب کا کیا درجہ ہے ؟ جس کو فقہا کے درجات کا علم نہ ہوگا وہ بسا اوقات اُدیٰ درجہ کے فقہ کو مقدم اور اُعلیٰ درجہ کے فقہ کو موخر کر دیگا۔ اس طرح وہ غلطی کا ارتکاب کرے گا۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے اور اس سے قبل کے بہت سے علماء ایسے ہیں جن کو فقہا کے طبقات کا علم نہیں تھا لہذا انہوں نے اُدیٰ درجہ کے فقہ کے قول کو راجح قرار دے دیا اور اُعلیٰ درجہ کے فقہ کے قول کو ترک کر دیا۔ اور اکثر فضلاء نے اپنی ناواقفیت کی بناء پر ایسی کتابوں پر اعتماد کیا جن کے اندر رطب و یابس اور ضعیف روایتیں جمع کر دی گئی ہیں۔<sup>۱</sup>

مولانا کے ذمہ جو تکہ اتفاق کا بھی کام تھا اس لئے انہوں نے فقہ کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا اور فقہاء کے حالات کے متعلق وافر معلومات بہم پہنچائیں۔ پھر اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں ”مقدمة السماہ“، ”مقدمة الرعاہ“، ”النافع الکبیر اور الفوائد البہیة“ وغیرہ کتابیں مولانا نے اسی مقصد کے تحت تالیف کیں۔

مولانا کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتی ہیں  
 ہوا اور نہ آئندہ کسی منزل پر وہ بند ہوگا۔ "النافع الکبیر" میں مولانا نے مجتہد  
 کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) مجتہد مطلق مستقل (۲) مجتہد مطلق منقسم اور  
 (۳) مجتہد فی المذہب۔ پھر ہر ایک کی شرطیں بیان کرتے ہیں ان کے ذیل میں  
 جو مجتہدین آئے ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں ابن حجر کے حوالہ سے لفظ

AF " " " " " "

ابن صلاح کا یہ قول درج کیا ہے کہ مجتہد مطلق مستقل کا مرتبہ منقطع ہو گیا ہے ۔ اس بحث کے بعد مولانا لکھتے ہیں ۔

” والحاصل أن من ادّعى بأنه قد انقطع مرتبة الاجتهاد المطلق المستقل بالأثرة الأربعة انقطاعا لا يمكن عوده فقد غلط وخطئ، فإن الاجتهاد رحمة من الله سبحانه ، ورحمة الله لا تقصر على زمان دون زمان ولا على بشر دون بشر ، ومن ادّعى انقطاعا في نفس الامر مع إمكان وجودها في كل زمان . فإن أراد أنه لم يوجد بعد الأثرة الأربعة مجتهد اتفق الجمهور على اجتهاده وعلومه استقلاله كما تفاقم على اجتهادهم فهو مسلم ، وإلا فقد وجد بعدهم أيضا أبواب الاجتهاد المستقل ” ۔

( خلاصہ یہ کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اجتہاد مطلق مستقل کا مرتبہ ائمہ اربعہ پر ایسا منقطع ہو گیا کہ اب واپس نہیں آسکتا تو اس نے غلط بات کہی کیونکہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اللہ کی رحمت کس زمانہ یا انسان کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کا سلسلہ عملاً منقطع ہو گیا ہے اگرچہ ہر زمانہ میں اس کا وجود ممکن ہے ۔ تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی ایسا مجتہد پیدا نہیں ہوا جس کے اجتہاد پر جمہور کا اتفاق ہوا ہو اور انہیں نے اس کی مستقل اجتہادی حیثیت کو اس صریح تسلیم کیا ہو جس طرح ائمہ اربعہ کے اجتہاد پر ان کا اتفاق ہے تو یہ مسلم ہے ۔ ورنہ ائمہ اربعہ کے بعد بھی أبواب اجتہاد مستقل پیدا ہوتے ہیں ۔ )

### تقلید کا مسئلہ :

حضرات غیر مقلدین کا طریقہ عام طور پر یہ ہے کہ جب وہ کسی نامور مقلد عالم کو کسی ایک یا چند مسائل میں اپنے امام سے اختلاف کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس کو غیر مقلدین یا اہل حدیث میں شمار کر کے اس کے نام کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ خود مولانا عبدالحی کے متعلق بھی بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ تقلید کے منکر ہیں<sup>۱</sup>۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے جیسا کہ اس کا ذکر بعد میں تفصیل سے کیا جائیگا۔ اس سلسلہ میں مولانا کا یہ نظریہ یہ ہے کہ اگر کسی امام کا کوئی مقلد کسی مسئلہ میں دلائل شرعی کی بناء پر اپنے امام کے مسلک کو ترک کرنے کو بھی وہ مقلد ہی رہتا ہے اور اس کا یہ رویہ درحقیقت تقلید ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تقریباً تمام فقہ سے یہ قول ثابت ہے کہ اگر ان کی رائے کے خلاف کوئی نص صریح مل جائے تو اس صورت میں ان کی رائے کو ترک کر دیا جائے۔ مولانا لکھتے ہیں:-

”وَعَلِمَ أَيضاً أَنَّ الْحَتَّى لَو تَرَكَ فِي مَسْئَلَةٍ مَذْهَبَ إِمَامِهِ بِقُوَّةِ دَلِيلٍ خِلَافًا لَا يَخْرُجُ بِهِ عَنْ رِبْقَةِ التَّقْلِيدِ ، بَلْ هُوَ مِنَ التَّقْلِيدِ فِي صُورَةِ تَرْكِ التَّقْلِيدِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ عَصَامَ بْنَ يَوْسُفَ تَرَكَ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي عَدَمِ الرُّفْعِ وَمَسَّحَ ذَلِكَ مَعْدُودٌ فِي الْحَتْفَةِ<sup>۲</sup>۔“

(اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اگر حنفی کسی مسئلہ میں کسی قوی دلیل کی بناء پر اپنے امام کے مذہب کو ترک کرنے تو اس کی وجہ سے وہ تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہو جاتا بلکہ ترک تقلید کی صورت میں یہ عین تقلید ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ عمام بن یوسف نے رفع بدین کے مسئلہ میں ابوحنیفہ کے مذہب کو ترک کر دیا اور اس کے باوجود

۱ — حسرة الفحول ص ۱۴ — ۲ — النافع الكبير ص ۱۰۱

۳ — الفوائد البهية ترجمہ عمام بن یوسف ص ۹۸-۹۹

ان کا شمار احناف ہی میں ہوتا ہے ۔

تقلید کے متعلق مولانا نے اپنا نظریہ اس طرح پیش کیا ہے :-

” إِنْ انحصار المسالك في المذاهب الأربعة المشهورة في  
الأزمة المتأخرة أمر إلهي وفضل رباني ، لا يحتاج إلى  
إقامة الدلائل<sup>۱</sup> ۔ “

(ا) آخر زمانہ میں تمام مسالک کا جہاں مشہور مذاہب کے اندر محصور ہو جانا  
امر الہی اور فضل ربانی ہے جس کو دلیل کی احتیاج نہیں ہے ۔

اس سلسلہ میں مولانا نے شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ قول بھی درج کیا ہے :-

” هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة  
أو من يعتقد به منعاً على جوار تقليدها إلى يومنا هذا ،  
وفي ذلك من المصالح مالا يخفى ، لا سيما في هذه الأيام التي  
تصرت فيها العمى جداراً واشترحت النفوس العلوى وأعجب  
كل ذي رأي برأيه<sup>۲</sup> ۔ “

(ابن مدون اور منظم مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر آج تک تمام امت یا  
امت کے قابل ذکر افراد کا اجماع رہا ہے ۔ اور اس میں ایسے مصالح ہیں  
جو پوشیدہ نہیں ہیں ، خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ ہمیں کوشش  
ومشقت میں بہت ہو گئی ہیں اور نفوس پر ہوا و ہوس کا غلبہ ہے اور ہر  
صاحب رائے اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے ۔ )

اختلاف بین المسلما :

مولانا رحمہ و علما کے اختلاف کو رحمت سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ

کہ علماء اپنے اختلافات کو صرف اپنے درمیان محدود رکھیں اور جزئی اختلافات کو عوام کے سامنے بیان کر کے ان کو تشویش میں مبتلا نہ کریں<sup>۱</sup>۔

مولانا کا نظریہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جن مسائل میں صحابہ کرام کے زمانہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے ان کا معاملہ بہت آسان ہے، کیونکہ تمام صحابہ ہدایت پر تھے۔ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کر لی جائے درست ہے۔ مولانا کے الفاظ میں ”تو گویا بھٹی ہوئی نہریں ہیں جو سرچشمہ نبوت سے پھوٹ کر نکلی ہیں جس نہر سے بھی کوئی پانی پی لے گا وہ سیراب اور کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے حدیث میں اختلاف امت کو رحمت کہا گیا ہے۔ کیونکہ راہِ نجات کو اگر کسی ایک ہی خلیفہ جزئی میں محصور و محدود کر دیا جاتا تو ہر شخص کے لئے اسی ایک محدود راستہ پر چلنا دشوار ہوتا۔“<sup>۲</sup>

لہذا اختلافی مسائل میں ایک گروہ کے افراد کو دوسرے گروہ کے لڑکوں پر ملامت نہیں کرنی چاہئے اور نہ کسی کی تغلیط کرنی چاہئے۔ صرف علمائے امت آیات و احادیث کی روشنی میں ایک مسئلہ کی دوسری کے مقابلہ میں ترجیح و فوقیت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا ان کے بھی شاہانِ شان نہیں ہے۔<sup>۳</sup>

× × × × × × × × × ×

۱ — النافع الکبیر ص ۱۳۸

۲ — تفصیل کے لئے دیکھئے امام الکلام ص ۳ - ۵

۳ — مہم النعمان ص ۱۶۲

## دینی مسلک

حنفیت پسندی :

مولانا اصول و فروع میں حنفی مسلک کے پابند تھے۔ ان کو اپنی حنفیت پر فخر تھا۔ انہوں نے اپنی اکثر تصانیف میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہے بعض غیر مقلدین حنفی، شافعی اور حنبلی وغیرہ لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مولانا نے ان کو جواب دیا ہے کہ اس قسم کے کسی القلب مقلد میں وٹاخرین کے یہاں رائج و شائع تھے۔ اور مؤرخین و محدثین کی تحریروں میں یہ موجود ہیں اور کسی کو ان کے جواز میں کوئی اختلاف یا شبہ نہیں تھا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ تعجب ہے کہ بعض لوگ ان القلب کو نا پسند کرتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب خیریات یہ ہے کہ وہ ان کے استعمال کو مکروہ و منوع اور شرک کہتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر مولانا فرماتے ہیں کہ اس قسم کے بعض لوگوں سے میں نے کہا کہ اگر یہ منوع اور شرک ہے تو پھر شہروں کی طرف انتساب مثلاً مدراس، دہلوی اور لکھنوی وغیرہ<sup>۱</sup> بھی منوع و شرک ہونا چاہئے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ پس جب شہروں کی طرف انتساب جائز ہے تو مذاہب کی طرف انتساب بھی جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ کی حمایت :

مولانا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے طو مرتبت اور عظمت شان کے بڑے طور پر معترف اور ان کے بڑے مداح تھے۔ ان کی تالیفات میں جاہجا امام ابوحنیفہؒ کی مدح و ستائش ملتی ہے۔ اثنائے بیان میں جہاں کہیں ابوحنیفہؒ کا ذکر آ جاتا ہے مولانا ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا مدلل اور مفصل جواب دیتے ہیں۔ "النافع الکبیر" میں صاحبین کے ذکر کے بعد امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ اس طرح شروع کیا ہے:-



• وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا أَبُو حَنِيفَةَ ، إِمَامٌ بِحِزْزِ  
اللسان عن تقرير محامده ، وَيَقْصُرُ الْجَنَانُ عَنْ إِدْرَاكِهِ مَنَاقِبِهِ ،  
قَدْ صَفَّ جَمْعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ فِي فَنَائِلِهِ كَتَبَا ثَلَاثَةَ وَأَلْفَ جِسْمٍ  
مِنَ الْفَضْلِ فِي فَوَائِدِهِ زَهْرًا شَرِيفًا •

(اور بھر حال ابوحنیفہؒ ، اور تم کو کیا معلوم کہ ابوحنیفہؒ کیا تھے ، وہ  
ایک ایسے امام تھے جن کے محاسن کے بیان سے زبان عاجز اور مناقب کے  
ادراک سے قلب قاصر ہے ۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کے فضائل  
میں تیس کتا ہیں تصنیف کی ہیں اور فضلاء کی ایک کثیر تعداد نے ان کے  
مناقب میں عدد صحیفے تالیف کئے ہیں ۔ )

اس کے بعد مولانا نے بہت سے ایسے علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے  
ابوحنیفہؒ کے مناقب میں مستقل کتا ہیں لکھی ہیں یا اپنی تصنیفات میں ان کی تعریف  
کی ہے ۔

امام ابوحنیفہؒ پر مخالفین کی طرف سے ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا  
ہے کہ انہوں نے فقہی مسائل میں قیاس کا بہت زیادہ استعمال کیا ہے بلکہ یہاں  
تک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے احادیث و آثار کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دی ہے  
اور ایسے مسائل بیان کئے ہیں جن کی کوئی اصل شریعت میں ہے ۔ مولانا نے اس اعتراض  
کا بہت تفصیل کے ساتھ اور مدلل جواب دیا ہے ہم اس کا خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں :-

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جن مسائل اختلاف  
کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور ان کی کوئی  
اصل شرعی نہیں ہے ان میں سے اکثر مسائل امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین سے ثابت ہی  
نہیں ہیں اور وہ محض متأخرین علماء و مشائخ کی تخریجات و تفسیحات ہیں لہذا  
ان کے بارے میں ائمہ ثلاثہ پر کوئی اعتراض سچے سے وارد ہی نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس

100

—

صورت پر پانی

١٠٠	ص	القافع الكبير	—	١
٩٨	"	"	—	٢
٩٩	"	"	—	٣

کے ایک جانب کو حرکت دینے سے دوسری جانب حرکت نہ پیدا ہو تو وہ نجاست پڑ جائے  
سے نہیں نہ ہوگا۔ بشرطیکہ نجاست کا کوئی اثر پانی کے رنگ، ہو یا ذائقہ میں  
ظاہر نہ ہو۔ اب جس شخص کو اس حقیقت کا علم نہ ہوگا اس کو وہ درجہ کے مسئلہ  
کی اصل شرعی فلاسٹر کرنے میں دشواری پیش آئے گی۔

اس طرح ظلاً تشدد میں رفع سہا بہ کا مسئلہ ہے۔ فتاویٰ کی  
اکثر کتابوں میں اس کی کراہت درج ہے حالانکہ متعدد قولی اور فعلی حدیثیں اس  
کی سنّت پر دلالت کرتی ہیں جنانچہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین بھی اس کے قائل تھے۔  
لیکن فتاویٰ کی ان کتابوں کے مطالعہ کرنے والے کو اگر اس بات کا علم نہ ہوگا تو وہ اس  
مسئلہ کو غلطی سے اصحاب مذہب کا قول سمجھ کر مشکل میں پڑ جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ جو مسائل ائمہ ثلاثہ سے منقول ہیں ان میں بہت  
کم ایسے ہیں جنکی کوئی اصل شرعی نہیں ہے یا وہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں  
اور اس قسم کے جو مسائل شاذ و نادر ان سے ثابت ہیں تو ان کے بارے میں ان کے پاس  
منقول عذر ہے۔

دوسری بات یہ کہ امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ  
انہوں نے بلا ضرورت قیاس کا استعمال کبھی نہیں کیا۔ وہ مسائل کے اثبات میں سب  
سے پہلے احادیث کو مقدم رکھتے تھے اس کے بعد آثار کو، اور آخر میں قیاس کو اختیار  
کرتے تھے۔ لہذا اس بارے میں ان پر کوئی الزام طائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام ائمہ  
مجتہدین کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کوئی نص صریح ان کو نہ  
ملتی تو وہ قیاس سے کام لیتے تھے۔

۱	—	الفایع الکبریٰ	۹۹
۲	—	"	۹۹-۱۰۱
۳	—	"	۱۰۱
۴	—	"	۱۲۰

پس امام ابوحنیفہ کے متعلق ایک منصف مزاج آدمی کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر وہ کچھ اور زندہ رہتے یہاں تک کہ احادیث کی قدوس واشاعت کا کام مکمل ہو جاتا تو بہت سی مزید حدیثیں ان کو مل جاتیں اور وہ اپنے بہت سے قیاسات کو ترک کر دیتے پھر دیگر ائمہ کے مذاہب کی طرح ان کے مذاہب میں بھی قیاس کا استعمال کم ملتا لیکن چونکہ ان کے زمانہ تک احادیث قاضیین و قاضیہ کے درمیان منتشر طور پر پائی جاتی تھیں اس لئے بہت سی احادیث ان کو نہیں مل سکیں اسی بناء پر دیگر مذاہب کی یہ نسبت ان کے مذاہب میں قیاس کا استعمال زیادہ ملتا ہے<sup>۱</sup>۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے بلکہ تمام ائمہ مجتہدین سے یہ روایت بکثرت منقول ہے کہ اگر کوئی نص صریح ان کے قول کے خلاف مل جائے تو اسی صورت میں ان کے قول کو ترک کر دیا جائے جنانچہ امام اعظم کا یہ قول موجود ہے -

” لا یحلّ لأحد أن یأخذ بقولنا ما لم یصرّف مأخذہ من الكتاب و السنة او إجماع الأمة او القیاس الجلی فی المسئلة<sup>۲</sup>“  
(کسی مسئلہ میں ہمارا قول اختیار کرنا کسی کو جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کا مأخذ کتاب و سنت یا اجماع امت یا قیاس جلی سے اس کو معلوم نہ ہو۔)

غرض امام اعظم سے اگر اس قسم کا کوئی قول ثابت نہ ہوتا تو بھی حدیث صحیح کے مقابلہ میں ان کی رائے کو ترک کر دینا ضروری ہوتا لیکن جب ان کا یہ قول بھی منقول ہے تو اسی صورت میں ان کی رائے کو ترک کر دینا ہی درحقیقت ان کی تقلید ہے<sup>۳</sup>۔

---

۱	—	النافع الکبیر	ص ۱۲۱
۲	—	” ”	ص ۱۰۱
۳	—	” ”	ص ۱۰۱

اس بحث کے آخر میں مولانا لکھتے ہیں کہ قدم زمانہ سے اس بارے میں دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک، گروہ حنابلت میں سخت متعصب ہے اور جو کچھ نقاوی میں اس کو ملتا ہے اس پر وہ سختی سے عامل ہے اگرچہ وہ حدیث صحیح کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوئی تو صاحب مذہب نے اسے ضرور اختیار کیا ہوتا اور اس کے خلاف حکم نہ دیا ہوتا۔ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ امام نے حدیث کے خلاف قیاس کا استعمال کیا اور حدیث سے جو نہایت ہے اس کو چھوڑ دیا۔ اس طرح وہ امام سے بدگمان اور بدعہدہ ہو گیا۔ لہذا مقلد کو چاہئے کہ اس بارے میں وہ ان دونوں گروہوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرے!

اس اعتراض کے علاوہ مولانا کے عہد میں امام ابوحنیفہ پر اور بھی مختلف قسم کے الزامات عائد کئے جاتے تھے اور احناف کو طرح طرح سے مضمون کیا جاتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل تھے، وہ مجتہد نہیں تھے، ان کا تعلق فرقہ معتزلہ یا مرجئہ سے تھا، ان سے صرف ستروہ حدیثیں مروی ہیں، احناف اہل الرائے ہیں، ان کے اکثر مسائل کتاب و سنت کے خلاف ہیں، مقلدین اہل سنت و الجماعہ سے نہیں ہیں، ان کا فرقہ گمراہ فرقوں میں سے ہے، وہ نجات یافتہ نہیں ہیں، ان کا قتل واجب ہے وغیرہ وغیرہ۔ مولانا نے ان تمام اعتراضات کا جواب اپنی مختلف تصانیف میں دیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے فضائل و مناقب کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

### اعتدال و میانہ روی :

مولانا فطری طور پر اعتدال پسند، منصف مزاج اور سلم الطبع تھے۔ مذہبی جانبداری، گروہی تعصب اور ہٹ دھرمی ان کے اندر بالکل نہیں تھی۔ وہ بعض وعناد، تشدد و انتقام اور افراط و تفریط سے بالا تر تھے اور تمام مسائل میں درمیانی راستہ اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ وہ خود تحریر کرتے ہیں :-

۱۔ النافع الکبیر ص ۱۲۱ — ۲۔ دیکھئے غیت النہام ص ۷۰ — مقدمہ عہدہ

الرحایۃ ص ۳۳ و ما بعد۔ مقدمہ التملیق المجدد ص ۳۱ و ما بعد۔

مقدمہ الحداۃ ص ۷۰ — ۱۰۔ مقدمہ السماۃ ص ۲۷ — ۲۹

(اور اللہ تعالیٰ کا ایک احسان مجد پر یہ ہے کہ اس نے مجھے القواطع اور تفریط کے درمیان جلیقے والا بنایا۔ جب بھی کوئی اہم مسئلہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے اس کے بارے میں درمیانی راستہ کا الہام ہو جاتا ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو تقلید جامد کو اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں فقہ کہ فقہاء کے قول کو وہ کسی حال میں ترک نہیں کرتے اگرچہ اادلۂ شرعیہ اس کے مخالف ہی کیوں نہیں اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو فقہاء پر طعن کرتے ہیں اور فقہ کو بالکل ہی چھوڑ دیتے ہیں)

مولانا ہر مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر آزادی سے غور کر کے دلائل کی بنیاد پر رائے قائم کرتے تھے۔ اور اس کی مطلق پروا نہ کرتے کہ وہ رائے کس کے خلاف جاتی تھی اور کس کے موافق پڑتی۔ چنانچہ اپنی حقیقت پسندی کے باوجود اگر کسی مسئلہ میں ان کو کوئی دوسرا صریح حنفی مذہب کے خلاف مل جاتی تو وہ عقیدہ کو ترک کر کے دوسری افہام کرتے تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں:-

“ولا أتعهد على مسئلة ما لم يوجد أصلها من حديث أو آية ،  
وما كان خلاف الحديث الصحيح المصريح بتركه ، وأظن  
المجتهد فيه مذوقاً لـ ٢ - ”

(میں کسی مسئلہ پر اس وقت کہ، اعتماد نہیں کرتا جب کہ اس کی اصل کسی حدیث یا آیت سے نہیں مل جاتی - اور جو بات صریح اور صحیح حدیث

کے خلاف ہوئی ہے میں اسے ترک کر دیتا ہوں اور اس بار میں فقہ  
مجہد کو مذکور بلکہ ما جور سمجھتا ہوں - )

مولانا کے عہد میں غیر مقلدین کا فقہ تمام بلاد اسلامیہ میں عام طور  
پر اور ہندوستان میں خصوصیت کے ساتھ پھیلا ہوا تھا مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان  
معدد فقہی مسائل میں مباحثہ و مناظرہ کا سلسلہ ہونے لگا۔ وہد کے ساتھ جاری تھا۔  
اور دونوں طرف کے لوگ اس معاملہ میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ ایک طرف کا یہ حال  
تھا کہ اگر کوئی حدیث ان کو ائمہ مجہدین کے مسلک کے خلاف مل جاتی تو ہلا قاتل ان پر  
لین و صمن شروع کر دیتے اور علمائے مقلدین کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ  
رکھتے۔ دوسری طرف مقلدین کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے امام کے خلاف کوئی بات سننے  
کے روادار نہ تھے۔ خواہ وہ بات کتنی ہی مقبول اور مضبوط ہو اور ان کے امام کی  
رائے کتنی ہی ضعیف اور کمزور ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے فرقے کے ائمہ علماء کی تکلیف  
و تنقیق سے بھی وہ گریز نہ کرتے تھے۔

مولانا عہد الحی نے اس فقہ کا نقشہ اپنی کتاب امام الکلام میں  
کھینچا ہے پھر ان دونوں فرقوں کی بیجا حرکتوں سے اور ان کے باہمی نزاع و جدال -  
سے اللہ کی بناء مانگی ہے۔ اور ان کے لئے ہدایت و اصلاح کی دعا کی ہے!

مولانا کے بیان کے مطابق ان کے زمانہ کے علماء جابر فرقوں میں منقسم  
تھے۔ ایک تو وہ علماء تھے جو فلسفہ و منطق اور محقولات میں غرق تھے اور ایسے علوم میں  
اپنی عمریں ضائع کر رہے تھے جن کا نہ کوئی دنیوی فائدہ تھا نہ اخروی، لیکن  
بہر حال وہ باہمی مناظرات و مشاجرات اور فقہ و فساد سے محفوظ تھے۔ دوسرے وہ  
علماء تھے جو علوم شرعیہ میں مشغول تھے لیکن ان کی نظر میں گہرائی اور وسعت  
نہیں تھی۔ جو بات ان کے ذہن میں آ جاتی اسی کو قطعیت کے ساتھ حق سمجھتے اور  
اسی پر اصرار کرتے تھے۔ تیسرے فرقہ میں ایسے علماء تھے جو اگرچہ گہری نظر رکھتے  
تھے لیکن وہ علوم شرعیہ میں غوطے لگائے تو مٹی کے بجائے صدف نکالتے تھے۔ درحقیقت

میں دونوں فرقے باہم دست و کریمان تھے۔ مولانا ان دونوں کو تنبیہ و تادیب اور زجر و ملامت کا مستحق سمجھتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ طحا کا ایک چوتھا فرقہ اور ہے جو اعتدال کی راہ پر گامزن اور باہمی نزاع و جدال سے دور ہے اور بلا شبہ یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

مولانا کے عہد میں طوائف اہل حدیث نے شریعت اسلامیہ کے سببوں ابواب میں سے صرف باب الصلوٰۃ کے چند مسائل کو لے کر ہنگامہ برپا کر رکھا تھا مثلاً "خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین، وضع الیدین علی السَّجْدَةِ اور تراویح کی رکعتوں کی تعداد وغیرہ۔ حالانکہ معاملہ صرف اولویت کا تھا لیکن طوائف اہل حدیث نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ طوائف احناف کو حدیث کا علم نہیں ہے۔ وہ صرف امام ابوحنیفہ اور دیگر حنفی فقہاء کے اقوال کو دیکھتے ہیں اور احادیث پر ان کی نظر نہیں ہے۔ کیونکہ ان مسائل میں ان کا عمل حدیث کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح طوائف اہل حدیث اور طوائف احناف کے درمیان نہایت اور تحریری مباحثہ و مناظرہ کا بازار گرم ہو گیا اور دونوں طرف سے بکثرت رسائل اور کتابیں اپنے اپنے دھوئیں کی فائدہ میں لکھی گئیں۔ چنانچہ مولانا نے بھی بعض اصحاب کے اصرار پر مسئلہ قراءۃ خلف الامام کے موضوع پر ایک کتاب "امام الکلام نے کیا معلق بالقراءۃ خلف الامام" تالیف کی۔ اس میں مولانا نے جو رویہ اختیار کیا ہے اس کی توضیح خود اس کتاب کے حاشیہ تحت النہام کے شروع میں اس طرح کی ہے:-

"اخفرت فیہ طریق المصلین ہاربا عن تشدد المشددین الموطون  
و تساهل الموطون"۔

(میں نے اس میں احناف پسندوں کا طریقہ اختیار کیا ہے اور غلو کرنے والے  
مشددین کے تشدد اور کوتاہی کرنے والوں کے تساہل سے اجتناب کیا ہے۔)

مولانا نے اس کتاب میں مسئلہ قراءۃ خلف الامام کے معلق تمام مذاہب کے مختلف اقوال و آراء کو نہایت غیر جانبداری کے ساتھ بیان کرتے ہوئے بالکل سہ لاگ



نہیہ کیا ہے ۔ ان کے عقلی اور عقلی دلائل کو بیان کرنے کے بعد ان کے ضعف اور قوت سے بحث کی ہے ۔ اور جس قول کی فائدہ یا تردید کی ہے محض دلائل و شواہد کی بنیاد پر کی ہے ۔ اس کے بعد دوسرے باب میں جہان تمام بحث کا خلاصہ بیان کیا ہے ، لکھتے ہیں کہ ان اختلافات میں کالی غور و خوض کے بعد اور تمام تصحیحات سے صرف بسط کرنے ہوئے جوہات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان مذاہب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے لئے کوئی سند اور دلیل نہ ہو ۔ البتہ بعض دلائل ضعیف اور غیر مستند ہیں ۔ نتائجہ مولانا کے نزدیک سب سے زیادہ ضعیف بعض مقلدین کا یہ قول ہے کہ قراءت فاتحہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح اس کے بالقابل بعض غیر مقلدین کا یہ قول ناقابل التفات ہے کہ قراءت فاتحہ نماز کا ایک ایسا رکن ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا ۔ یہ دونوں اقوال مولانا کے نزدیک انتہا پسندی پر مبنی ہیں اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان جتنے اقوال و مذاہب ہیں ان میں سے کسی کو قطعیت کے ساتھ ملاحظہ اور باطل قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ اور اس مسئلہ میں راجح ترین قول یہ ہے کہ مقلدی پر قراءت فاتحہ فرض مطلق نہیں ہے اور سری نمازون میں مستحب یا سنت ہے ۔

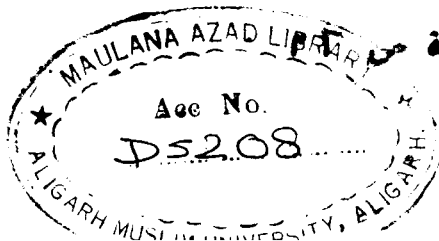
اس بیان سے مولانا کی حقیقت یہی ، انصاف پسندی اور مستدل مزاحیہ رویے کا واضح طور پر واضح ہو جاتی ہے ۔

\*\*\*\*\*

## تصانیف کی کثرت و اہمیت اور مقبولیت

مولانا عبدالحی کا ایک بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے چھوٹی بڑی سو سے زائد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ حالانکہ مولانا نے تقریباً صرف ۲۹ سال کی عمر پائی تھی اور تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ معلم و تدریس اور وعظ و انفا کے مشاغل بھی ان کے محمولات میں داخل تھے۔ اس مختصر سی عمر میں اتنی کثیر تصانیف کو دیکھ کر ہر شخص حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ مولانا نے یہ اہم کارنامہ کس طرح انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کیوں غفلانِ شہاب بلکہ بہن ہی سے تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا اور اس معاملہ میں ان کے والد ماجد بھی ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں والد مرحوم سے میں "شرح الوقایہ" پڑھ رہا تھا ان کے حکم سے میں نے اس پر ایک حاشیہ لکھا تھا جس میں ان کی فقہ کی روشنی میں بعض مقامات کا حل پیش کیا تھا۔ اس حاشیہ کا ذکر مولانا نے اپنی تصنیفات میں بھی "الحاشیۃ القدیمہ" اور "حسن التولایہ" پہلے "شرح الوقایہ" کے نام سے کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے طالب علمی کے زمانہ ہی سے تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔

غرض مولانا نے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کیا۔ وہ ہر وقت معلم و تدریس یا تصنیف و تالیف ہی میں مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی ان کا یہ مشغلہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب "آکام النفاٹس" کے شروع میں وہ لکھتے ہیں کہ اسکی تالیف میں نے جیلور میں شروع کی تھی جبکہ وطن سے حیدرآباد جاتے ہوئے اثنائے سفر میں وہاں رقم تھا۔ اس سے تصنیف و تالیف کے میدان میں مولانا کی غیر معمولی دلچسپی اور محنت و مشقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا کو اپنی اس محنت و مشقت کا خود بھی احساس تھا چنانچہ اپنی تصنیف "السماۃ" کے مطلع وہ خود لکھتے ہیں کہ اس کے لئے میں اندھیری راتوں کو تاریکوں میں بیدار رہا ہوں اور دہر



کی شدید کڑی اور پھاس کی مشقت میں نے اٹھائی ہے۔ اسی محنت و مشقت میں مولانا کو لذت و فرحت بھی حاصل ہوتی تھی چنانچہ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ میں اکثر تاج الدین سبکی کے یہ اشعار پڑھا کرتا ہوں۔

سحری لتفتح العلوم أَلَدَّ لِي من وصل غاية و طيب عناق  
(علوم کی سحر تحقیق و تفتح کے لئے راتوں میں میری بیداری حسن عورت کے وصل اور  
سہیں صاف سے زیادہ مجھے لذت ہے۔)

و تعالیٰ ضرباً لجلّ هو بصری فی الذ من أبلغ من مدامة ساقی<sup>۱</sup>  
(کسی مشکل مسئلہ کے حل کے لئے وجد و طرب کے ساتھ میرا جھوٹا ساقی کی شراب  
سے زیادہ میرے ذہن کے لئے مؤثر اور سکون بخشنے ہے۔)

یہ صحیح ہے کہ مولانا کی بہت سی تصانیف قدیم درس کتابوں پر محض حواشی، تعلیقات اور مختصر رسائل کی شکل میں ہیں اور ان میں سے متعدد رسائل صرف چند اوراق ہی پر مشتمل ہیں۔ تاہم ان کی کثیر تصانیف کافی ضخیم اور بہت اہم بھی ہیں اور وہی ہر شخص کو مقہر کر دیتی ہیں۔

چنانچہ شام کے ایک عالم مفتی عبد الفتاح ابو غدہ کے نزدیک مولانا عبد الحی کا شمار بلا اختلاف اول درجہ کے کثیر تصانیف مؤلفین میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو دس کے قریب پہنچ گئی ہے اور اگر ان کی مختصر تحریر کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو یہ تعداد بہت زیادہ معلوم ہوگی<sup>۲</sup>۔

مفتی عبد الفتاح نے اپنے اس عزم کا بھی اظہار کیا ہے کہ وہ مولانا کی تصانیف کے صفحات کو شمار کر کے ان کی عمر کے ایام پر تقسیم کر دینے کے خواہش سے تصنیف و تالیف کے میدان میں مولانا کی نادر مثال عقربت نمایان ہوگی کیونکہ ان کا خیال

۱ — السیاسة ص ۳

۲ — مقدمة الاجوبة الفاضلة ص ۱۲

ہے کہ جب مولانا کی تصانیف کو ان کی عمر کے امام پر تقسیم کر کے دیکھا جائیگا تو مولانا کو ابن جریر، ابن الجوزی اور فخر الدین رازی وغیرہ صویل الأعمار اور کثیر المقتضا تصانیف علماء پر بھی فوقیت حاصل ہوگی<sup>۱</sup>۔

مولانا کی شخصیت بڑی ہمہ گیر اور جامع کمالات تھی اور تمام علوم مقولہ و مقولہ پر ان کو کامل عبور حاصل تھا۔ چنانچہ نحو و صرف، منطق و فلسفہ، تاریخ و تذکرہ اور حدیث و فقہ وغیرہ تمام علوم پر انہوں نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے لیکن حدیث و فقہ اور تاریخ و تذکرہ کے میدان ان کے قلم کے اصل جولانگاہ تھے۔ حدیث و فقہ کے موضوع پر ان کی جھوٹی بڑی تمام تصانیف کی تعداد سائے سے متجاوز ہے۔ اس کے بعد تاریخ و تذکرہ کا نمبر ہے جس میں ان کی تقریباً بیس کتابیں ہیں۔ مولانا نے خود لکھا ہے کہ حدیث و فقہ کی تعلیم و تدریس اور اس موضوع سے متعلق تالیفات و تالیف میں ان کو جولذت و مسرت حاصل ہوتی ہے وہ دوسرے علوم کے ساتھ اشتغال میں حاصل نہیں ہوتی<sup>۲</sup>۔

مولانا کی فقہی تصانیف زیادہ تر ان مسائل سے متعلق ہیں جو ان کے زمانے میں زیر بحث تھے اور ان کا تسلی بخیر جواب لوگ مولانا سے چاہتے تھے۔ اس کے بعد وہ حواشی میں حواشی مولانا نے فقہ کی قدیم درسی کتابوں پر لکھے ہیں اور یہ حواشی نہایت مفید اور اہم ہیں۔

مولانا کی کتاب "الأجوبة الفاصلة" جو علوم حدیث کے مختلف پہیچہ بہ بحث پر مشتمل ہے اس کے متعلق مفتی عبد الفتاح ابو غدہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں ایسی اعلیٰ اور جامع بحثیں ملتی ہیں کہ جہاں تک مجمع علم ہے ان کے متعلق ایسی خوبی و کمال کے ساتھ امام لکھنوی کے سوا کسی نے نہیں لکھا۔ چند جملوں کے بعد ابو غدہ پھر لکھتے ہیں کہ مولانا کی نادر النال تالیفات میں یہ کتاب صفا اول میں رکھی جائیگی کیونکہ اس کے ذریعہ مولانا نے حدیث کے اس غلا کو پرکھا کر دیا ہے جس کو ان سے

۱ — مقدمة الاجوبة الفاصلة ص ۱۲۵

۲ — النافع الکبیر ص ۱۳۸

پہلے کسی نے ہر نہیں کیا تھا۔

تاریخ و تذکرہ سے متعلق مولانا کی تصانیف زیادہ فرطائع اصناف کے احوال پر مشتمل ہیں۔ اس موضوع پر ان کی کتابوں کی تعداد اگرچہ حدیث و فقہ کی بہ نسبت کم ہے لیکن وہ نسبت زیادہ ضخیم اور اہم ہیں۔ اور ان کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ مشرقی درس گاہوں میں عموماً اس موضوع کو اصولی اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ چنانچہ یہی مدارس کے طلباء تو درکنار خود اساتذہ جن کتابوں کا درس دیتے ہیں ان کے مصنفین کے صحیح نام و نسب اور حالات سے بھی طرح و تلف نہیں ہوتے۔ مولانا نے اپنے زمانے کے علماء کی اس کوتاہی کو شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے وہ کبھی ایک عالم کی تصنیف کو دوسرے کے طرف منسوب کر دیتے تھے۔ اور کبھی ایک طبقہ کے عالم کو دوسرے طبقہ میں شمار کر دیتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ راجع اور مرجع اقوال میں صحیح امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔

انہیں اسباب کی بنا پر مولانا نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اس سلسلے میں ایک کام تو انہوں نے یہ کیا کہ جس قدر درس کتب تھے ہر انہوں نے حاشیہ یا اس کی شرح لکھی اس کے لئے ایک طویل مقدمہ بھی مرتب کیا۔ جس میں مصنف کے تفصیلی حالات کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے تمام شارحین و محققین اور ان علماء و فضلاء کے احوال بھی جمع کر دیئے جن کا ذکر کتب میں کسی ضمن میں آگیا تھا۔ اس کے علاوہ جس نظم و فن پر وہ کتب تھیں اس کی تفصیل تاریخ بھی درج کر دی۔ اس لئے مولانا کے لکھے ہوئے اس قسم کے مقدمات اپنی ضخامت اور اہمیت کی بنا پر مستقل تصانیف کی حیثیت سے شمار کئے جاتے ہیں۔ ان میں "مقدمہ عقدہ الریاض فی حل شرح اللمیاء"، "مقدمہ حاشیۃ الجامع المصنوع المصنوع بالنافع الکبیر"، "مقدمہ التعلیق المجد علی موطا امام محمد"، "مقدمہ حاشیۃ العدایۃ اور مقدمۃ السماہ فی کشف مافی فی اللمیاء"۔ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ مقدمہ الاجوبۃ الفاضلۃ ص ۷

۲۔ دیکھئے الفوائد البھیۃ ص ۷

کسی کتب پر حاشیہ اور اس قسم کا مقدمہ لکھنے کا طریقہ عام طور پر یورپ کی ایجاد سمجھا جاتا ہے لیکن مولانا کے ان کاموں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے پندرہویں قلعہ کے محض اپنی بصیرت سے اس طریقہ کی خود داغ پیل ڈال دی تھی ۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی کے نزدیک مولانا عبدالحی ہی اس طریقہ کے مجدد ہیں ۔ وہ اپنے مطالعے " مقدوسات میں علم حدیث " میں لکھتے ہیں :-

" کتابوں کے حشہ اور اشاعت میں مولانا ( عبدالحی ) کو جو اہتمام تھا اس میں دو باتیں خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں ، سب سے پہلی بات مقدمہ نگاری کی ایجاد ہے ، مولانا سے پہلے کسی شایع یا محشی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی ، یورپ میں قلعی کتابوں کے ایڈٹ کرنے کی جواہریت حاصل ہے اور جس طرح وہ مختلف نسخوں کی فراہمی ، مطالعہ اور تصحیح اور سائنس میں مصنف اور مصنف کے متعلق ہر قسم کے معلومات مقدمہ میں فراہم کرتے ہیں ، مولانا نے علمائے یورپ کے طریق کار کے علم سے پہلے ہی اس اہم کام کی طرف توجہ کی اور بالکل اسی طریق پر ، بلکہ اس سے بہتر طریقہ پر اس کام کو انجام دیا ، جس کتاب کو شائع کیا اس کے مختلف نسخوں کو فراہم اور ان کا مطالعہ کر کے ایک صحیح نسخہ ترتیب دیا ، پھر اس پر حواشی لکھے ، شروع میں ایک مقدمہ لکھا ، جس میں مائن ، شارح اور اس کے دیگر شارحین کے حالات لکھے ، اس کی کتاب اور اس فن کی دوسری کتابوں کے حالات ذکر کئے ، نفس اس فن کی جس میں یہ کتاب تھی تاریخ لکھی ۔

دوسری قابل ذکر بات کتابوں کی صحت ہے ، حیرت ہوتی ہے کہ عربی کی ضخیم کتابیں اور ان پر بار بار حاشیے ، اور ان کی تصحیح

اس طرح کی جاتی تھی کہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو شاید معاملہ نہ ہوگا کہ ان کی خاص شائع کردہ کتابوں میں ایک نقطہ کی بھی غلطی نہیں ہے<sup>۱</sup>۔

غرض اس طرح مولانا نے متعدد کتابوں کے خدمات میں سیکڑوں طما<sup>۲</sup> وفضلا<sup>۳</sup> کے حالات کو جمع کر دیا۔ پھر اس مواد میں اضافہ کر کے تراجم و اسوال پر مستقل کتابیں لکھیں<sup>۴</sup>۔ طمانے احناف پر "الذوائد البھیة" تالیف کی، جس میں تقریباً چھ سو طما<sup>۵</sup> کے حالات جمع کئے پھر اس میں دیگر مسائل کے طما<sup>۶</sup> کو شامل کر کے "طرب الاماثل" تصنیف کی جو تقریباً چار سو طما<sup>۷</sup> کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر مولانا نے اور بھی کئی کتابیں کا خاکہ تیار کیا۔ اور ان کی تالیف کا کام بھی شروع کر دیا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام مکمل نہ ہو سکا<sup>۸</sup>۔

بہر حال حدیث و فقہ ہو یا تاریخ و تذکرہ یا اور کوئی موضوع ہو، مولانا کا انداز تحریر عام طور پر یہ ہے کہ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کے متعلق پہلے مقدمہ میں کے اقوال اور آثار و اخبار کو درج کرتے ہیں پھر اس کے مختلف پہلوؤں پر مدلل بحث کر کے اپنی معاون اور حقیقی رائے پر پیش کرتے ہیں۔ غرض مسئلہ کا کوئی پہلو چشمہ نہیں چھوڑے اور اس طرح بات کھل کر پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

۱ — حالات سلیمان ۶۲/۲ - ۶۳

۲-۳ — مولانا کی تاریخی تفصیل کے لئے ملحق محمد رضا انصاری کا مقالہ "مولانا

محمد الحی فرنگی محلی اور ان کی تاریخی خدمات" مجلہ علوم الدین

۱۴۱-۱۳۹/۱

ملحق عبد الفتاح ابو غده لکھتے ہیں کہ جوشن بھی شیخ عبد الحی کی تصانیف پر نظر ڈالے گا وہ اس بات کا اعتراف کریگا کہ ان کے اندر خالص علمی تحقیق کو پوری طرح پھیل کر رہا گیا ہے ، نادر اقوال کو جمع کر دیا گیا ہے اور مسئلہ پر بحث سے متعلق تمام پہلوؤں کا اس طرح استنباط کیا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے مولف نے ساری زندگی اس موضوع پر کام کیا ہے ۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (یعنی مولانا کو) دقیق ذوق ، پاکیزہ علمی احساس ، نادر دقت فہم ، بلیغ قوت حافظہ اور قلیل ترین وقت میں بہترین اسلوب کے ساتھ تالیف کی عجب قدرت عطا کی تھی ۔ وہ اگرچہ ولادت ، سکونت اور زبان کے اعتبار سے ہندوستانی تھے لیکن ان کی تحریر میں عظمت کا کوئی ساتھ نہیں ملتا ۔ جو کچھ وہ لکھتے ہیں یا نقل کرتے ہیں یا بحث کرتے ہیں اس میں کہیں بھی ان کا ذوق مشکوکہ نظر نہیں آتا ۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے مخالفین پر حملہ کرتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے اسلوب میں ادب کا التزام اور میدان مباحثہ میں علم کی تمکین جلوہ افروز ہوتی ہے اور کہیں پر کوئی غلط استدلال اور فحش بیانی نہیں ملتی ۔

حدیث وفقہ کی کتابوں میں تو عام طور پر بحث و استدلال اور تحقیق و تنقید کی ضرورت پڑتی ہے ۔ جیسا کہ اس موضوع پر مولانا کی تصانیف میں دیکھا جا سکتا ہے ۔ لیکن تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں بھی مولانا نے جن علماء پر قلم اٹھایا ہے ان کے حالات کو یوں ہی سرسری طور پر جمع نہیں کر دیا بلکہ ان علماء ، یا ان کے آباء و اجداد کے اسماء و اصناف وغیرہ کے بارے میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں ، مولانا ان سب کو پھر کرتے ہیں پھر تمام مختلف اقوال کو درج کرتے کے بعد پیچیدہ مسائل کی ایسی تنقید کرتے ہیں کہ صورت واقعہ پوری طرح واضح ہو جاتی ہے ۔

مثال کے طور پر " مقدمة السماۃ <sup>المقروءة</sup> / مقدمة الرعاۃ " میں جہاں مولانا نے " الوقایہ " اور شرح الوقایہ " کے مولفین کا تذکرہ کیا ہے ان کے متعلق متعدد مصنفین کے اقوال کو جمع کر کے آخر میں سب کا خلاصہ درج کر دیا ہے ۔ " شرح الوقایہ "



کے مولف صدر الشریعہ عہد اللہ بن مسعود کے (دادا) کا لقب تاج الشریعہ اور (نانا) کا لقب برہان الشریعہ تھا۔ برہان الشریعہ کا نام نور محمد تھا لیکن تاج الشریعہ کے نام کے متعلق علماء کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ پھر یہ بات تو بہرحال قطعی طور پر ہے کہ وقایہ کے مولف برہان الشریعہ محمود ہیں لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ "شرح العداہ" کے مولف بھی وہی ہیں یا اس کے مولف تاج الشریعہ ہیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شارح "الوقایہ" صدر الشریعہ عہد اللہ بن مسعود کے دادا کے والد کا لقب بھی صدر الشریعہ تھا۔ امتیاز کے لئے ان کو صدر الشریعہ اکبر یا اول کہا جاتا ہے اور شارح "الوقایہ" کو صدر الشریعہ اصغر یا ثانی کہتے ہیں۔ پھر عہد اللہ بن مسعود کے اجداد میں ایک اور بزرگ کا نام بھی عہد اللہ تھا۔ غرض اس طرح اسماء والقباب میں مشارکت کی وجہ سے تذکرہ نویسوں نے خلط مبحث کر دیا ہے اور کتابوں کے انتساب میں بھی ان سے مسامحات ہو گئی ہیں۔ مولانا نے اس سلسلے کے تمام اشکالات کو پوری طرح حل کر دیا ہے!

مولانا اپنی تصانیف میں انتہا سے بکثرت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک مختصر تصنیف "الرفع والکمال" میں قریباً ڈیڑھ سو کتابوں سے انہوں نے انتہا سے لے ہیں<sup>۱</sup>۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کا مطالعہ بھی بہت کیا کرتے تھے۔ اپنی تصنیف "الترائد البہیہ" میں جب وہ کسی عالم کی قابلیت کو شمار کرتے ہیں تو یہ بھی لکھتے جاتے ہیں کہ انہوں نے اس عالم کی کس کس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب کے متعلق کبھی کبھی اپنی رائے بھی دیے کر دیئے ہیں

جن لوگوں کو قلعی کتابوں کے پڑھنے کا شہرہ ہے وہ اچھی طرح یہ جاننے میں کہ ان کتابوں سے مواد فراہم کرنا کتنا مشکل کام ہے لیکن مولانا قلعی نسخوں سے بھی قیمتی اور مفید معلومات آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ کتابوں پر محض سرسری نظر نہیں ڈالتے تھے۔ بلکہ بڑی جہان میں کے ساتھ ان کا گہرا مطالعہ کرتے تھے۔ مولانا کے اس کمال پر مطلق عہد الفلاح ابو غدہ کو بڑی حیرت ہے وہ

۱ — دیکھئے مقدمۃ السماۃ ص ۲-۵ مقدمۃ الرطایۃ ۱۸-۲۰

۲ — مقدمۃ الاجوبۃ الفاسلہ ص ۱۵

لکھنے میں کہ مجھے تصعب ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے اندر سے جبکہ ان میں سے اکثر مخطوطہ کی شکل میں تعین پوشیدہ مقون کو حاصل کر لینے کی کٹنی زبردست قدرت اس شہنشاہ کو (مولانا عبدالحی کو) حاصل تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں روشنی کا کوئی آلہ تھا جسکی تیز کرنیں تاریک خزانوں میں رکھی ہوئی کتابوں کے اندرون تک پہنچ کر ان کی عبارتوں کو روشن کر دیتی تھیں اور ان کے منہ سے اسرار کو ہر نکال لاتی تھیں۔

مولانا نے اپنی تحریروں میں صحت کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اسے پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی ہر انسان سے کہی نہ کہی کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ مولانا اگر کہی کسی وجہ سے کوئی غلط بات کہہ جاتے ہیں تو آپ، منصف محقق کی طرح وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے رجوع بھی کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر "النافع الکبیر" میں جب مولانا نے غیر معتبر کتابوں کا ذکر کیا تو بعض مفقودین کے اقوال کی بناء پر محمد ابن الصمد السعیدی تاج الدین احمد کی "المحیط البرہانی" کو بھی ان میں شامل کر لیا اور یہ لکھ دیا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اس کتاب سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد جب مولانا کو خود "المحیط البرہانی" کے مطالعہ کا موقع ملا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ کتاب تو قابل اعتماد ہے اس میں رطب و یابس کو جمع نہیں کیا گیا بلکہ تمام مسائل و جزئیات کو مستند اور منظم طور پر پیش کیا گیا ہے لہذا انہوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا۔ پھر مولانا نے غور کیا کہ بعض فقہاء نے مفقودین کے اقوال سے فتویٰ دینے کو جونا جائز کہا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس میں رطب و یابس کو جمع کر دیا گیا ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء کے زمانہ میں یہ

کتاب مکتوب اور نادر الوجود بھی اس بنا پر انہوں نے اس سے نفی دینے کو نا جائز کہا تھا۔

مولانا کی تقریباً تمام تصانیف ان کی زندگی ہی میں طبع ہو کر قبول عام ہو چکی تھیں۔ صرف چند ہی کتابیں ایسی ہیں جن کو انہوں نے اپنی عمر کے آخری ایام میں مکمل کیا تھا اس لئے وہ ان کے سامنے طبع نہ ہو سکیں۔ بعض کتابیں متعدد بار شائع ہو چکی ہیں اور بعض مدارس عربیہ میں رائج اور مداول میں خصوصاً حدیث و فقہ کی قدم درسی کتابوں پر مولانا کے حواشی کو اس قدر قبول عام حاصل ہوا کہ ان کے زمانہ سے اب تک وہ کتابیں هندوستان میں عموماً انہیں کے حواشی کے ساتھ چھپی ہیں۔

هندوستان کے ہر بھی مولانا کی تصانیف کو مقبولیت کی نظر سے دیکھا گیا اور بعض کتابیں عرب ممالک میں شائع ہوئیں جنکی مقبولیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا کی کتاب "الفوائد البہیہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ شاہی عالم طبعی عبد الفتاح ابو غدہ لکھنے میں کہ ان کے استاد شیخ محمد زاہد الکونری اپنے طلباء کو مولانا عبد الحی کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابو غدہ نے مولانا کی تصانیف کی تحقیق و اشاعت میں کواہن مشغول ہوا ہے اور وہ جدید طریقہ تحقیق کے ساتھ مولانا کی کئی کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ سب سے پہلے ان کی تصانیف و تخریج کے ساتھ مولانا کی کتاب "الرفع والتکمل فی الجرح والعمدیل" ۱۳۸۳ھ میں حلب سے شائع ہوئی۔ یہ ایک طبعی کتاب ہے اور اس سے صرف مخصوص طلباء ہی کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور ایک سال کے اندر ہی اس کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ تب اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۸۸ھ میں شائع ہوا اس کے علاوہ مولانا کی ایک دوسری تصانیف "الاجوبۃ الفاضلۃ لا سئلۃ المشرۃ الکاملۃ" کو بھی ابو غدہ نے اس انداز پر ۱۳۸۴ھ

۱۔ دیکھئے حاشیۃ النافع الکبیر ص ۱۰۷ الفوائد البہیہ ص ۸۵

حسرة اللحوول ص ۳۵ ۲۔ الرفع والتکمل ص ۱۱

۳۔ مقدمۃ الاجوبۃ الفاضلۃ ص ۱۱

میں حلب سے ہی شائع کیا پھر ۱۳۸۶ھ میں ایک تیسری کتاب "اقامة  
الحجہ علی أنّ الأُختاری فی القصد لیس ببدھ" کو بھی اسی طرح شائع کیا  
اور مولانا کی ایک چوتھی کتاب "تحفة الأُختاری فی إحیاء سلفہ سید الابرار"  
کی بھی اشاعت کا ارادہ وہ ظاہر کر چکے ہیں۔

\*\*\*\*\*

آگے چل کر مولانا کی شان میں وہ اس طرح لکھتے ہیں :

(خلاصہ یہ کہ وہ زمانہ کے عجائب اور هندوستان کے نوادر میں سے تھے، ان کی مدح و ستائش پر سب کا اجماع تھا اور ان کی فضیلت کے اعتراف میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔)

”حق یہ ہے کہ ہمارے محلہ میں اس ذات گرامی کی کوئی نظیر  
سابق میں سوائے بحر العلوم کے دوسری نہیں ہوئی ہے۔ اور اگر  
مولانا کو وہی عمر اور سن ہمارے محلہ کی خوش قسمتی سے مل

جانا جو بحر العلوم کو مل گیا تو یقیناً یہ شہسوار میدان  
علم و عمل ، یہ جامع علوم مقبول و مقبول یہ فقیہ و مطلق  
و محدث و واعظ اپنے لگا ہر ٹوکھا سچ تو یہ ہے کہ ابن ہمام  
اور عینی ایک طرف صدر الشریعہ سے بازی لے جاتا ، مگر  
قدرت کو یہ منظور نہ تھا اور السوس صد السوس کہ یہ شخص  
سمائع تحقیق یہ بدر لکھ قد قیق صرف ۲۹ سال الفی عالم ہر  
شیا بخش عالم رہا اور اس کے بعد غروب ہو گیا ۔ مگر غروب کے  
بعد بھی جوشقی اپنی یاد گار کے طور پر چھوڑ گیا ہے جب کہ  
علوم اسلامیہ کا بازار مسلمانوں میں کرم ہے وہ ہمیشہ روشنائی  
بخش عالم رہے گی اور اہل علم اس کے احسان کو اتھار سے اپنے سروں  
کو اتھا نہ نہیں سکتے گے ۔<sup>۱</sup>

مولانا عبد الحی اور نواب مدنی حسن خان کے درمیان علمی مباحثات ہونے لگیں  
دونوں نے ایک دوسرے کے رد میں رسائل اور کتابیں لکھیں یہاں کہ کہ اس اختلاف  
نے بڑی شدت اختیار کر لی تھی ۔ اس کے باوجود جب مولانا کی وفات کی خبر نواب  
صاحب کو ملی تو انہوں نے اپنا حائد اپنی پیشانی پر رکھ لیا اور تھوڑی دیر کے سر  
جھکانے رہے پھر جب اپنا سر اٹھایا تو ان کی آنکھیں اشک آلود تھیں اور زبان پر  
مولانا کے لئے دعائے کلمات جاری تھیں ۔ پھر فرمایا :

” الیوم غربت شخص العلم ، وقال : إن اختلافنا كان مقصوداً  
على تحقیق المسائل ، ثم أظن الصلاة على الغائب آ۔“

( آج علم کا آفتاب غروب ہو گیا اور فرمایا کہ ہمارا اختلاف صرف ہمیں مسائل  
کی تحقیق کے محدود تھا ۔ پھر مولانا کے لئے غائبانہ نماز جنازہ کا اعلان فرمایا )

۱ — تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۲۱

۲ — نزہۃ الخواطر ۱۹۳/۸

اس سے ایک طرف نواب موصوف کے صرف علی کا نبوت ملتا ہے  
اور دوسری طرف مولانا کے مقام علی کا اندازہ ہوتا ہے ۔

ساحب تذکرہ علمائے ہند رقمطراز ہیں :  
مولف " ہمراہ والد ماجد شیخ حکامیکہ بھیدر آباد میرفت / اوراق م  
بمقام بہوان از دیدارش مسرور شدہ ۔ وے دران حل کہ  
صبرالسن بود ذکاوت طبع و جودت حافظہ از جہتسن  
فی درخشید۱۔ "

( جس وقت وہ (مولانا عبدالحی) اپنے والد ماجد کے ہمراہ بھیدر آباد  
جا رہے تھے مولف اوراق کو مقام بہوان میں ان کے دیدار سے مسرت  
حاصل ہوئی تھی ۔ اس وقت جبکہ وہ ابھی کمسن ہی تھے طبیعت  
کی ذکاوت اور حافظہ کی جودت ان کی پیشانی سے درخشان تھی )  
اس کے بعد وہ لکھتے ہیں :

" وسیع الاصل نامدار از سایہ دامن فیضانِ شہر خاستند۱  
بالجملہ صاحب ترجمہ علیہ الرحمة کثیر الدرس و التصفیف  
مدان مرتبہ بود کہ بہت الاضہ و اشاعت علومش در حیات  
وے الکفای عالم را برگرفت قریب بہ مجددیت رسیدہ۲۔ "

( اور بہت سے نامور فضلاء ان کے دامن فیض کے سایہ سے اٹھے ، غرض  
صاحب ترجمہ (مولانا عبدالحی) کثرت تدریس و تصنیف میں اس درجہ  
پرفائز تھے کہ ان کے علوم کی اشاعت و فیضان کی شہرت ان کی زندگی  
ہی میں دنیا کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی تھی اور وہ منصب مجددیت  
کے قریب پہنچ گئے تھے ۔ )

مؤلف حقائق الحنفیہ مولانا کے والد محترم کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں  
مولانا کے بارے میں لکھتے ہیں :

” آپ کے خلف الصدیقیہ ، محدث ، عالم سے مدہل ،  
فاضل سے فاضل ، جامع مقول و مقلول ، حاوی لموع  
و اصول ، قدوة المحققین ، زبدة المدققین ، مصنف  
کتب کثیرہ مولانا ابو الحسنات مولوی حافظ محمد  
عبد الحی لکھنوی زندہ موجود ہیں جو بدو تحصیل علوم  
سے تصنیف کتب اور تشریح علوم میں یہاں تک شرف  
ہیں کہ باوجودیکہ آپ کی عمر ابھی پوری چالیس  
برس کی نہیں ہوئی مگر چشم بدور آپ سفر کتب و  
رسالجات سے زیادہ تصنیف کر چکے ہیں جن میں اکثر  
معرض طبع آکر شہرت پا چکی ہیں اور ان سے بڑی بڑی  
علی اور فضیلت کی کتابیں ہر آپ کے حواشی اور تعلیقات  
موجود ہیں اور ان میں ایسی تحقیقات و قد فیقات کو کام  
فرمایا ہے کہ گویا طالب علموں کے آگے ایک معجزا ہوا  
آئینہ رکھ دیا ہے ۔ غرض کہ کثرت تصنیفات و تشریح علوم  
کے سبب ہندوستان کے حلقوں میں اس آخر زمانہ میں  
اس جاہلیت و لیاقت کا کوئی عالم و فاضل دکھا نہیں  
نہیں دیتا جس سے ان کو اگر جو دھوین صدی کا  
مجدد امت محمدیہ قرار دیا جائے تو کوئی حائلہ نہیں  
ہے ۔ خدا تعالیٰ ان کا فیض مدت تک جاری رکھے ۔ “

مولوی عبد الباقی فرنگی محلی مولانا کی شان میں فرماتے ہیں :

” ما تصطفیٰ الجمّ النضر إلیہ لتحصیل العلوم والفنون ،  
وحضر الجمع الکثیر لمدیہ لکشف الخلق ۔ فاشعر



فی الأقطار والأصوار ، كالذکاو ضحو الفکار ، بتجره  
 فی العلوم العقلية والعقلية ، وانما سه فی بچار العلوم  
 المربيه ، وانما سه بالصفات العلية ، وتلقه علی  
 أمثاله من العلماء المجیه ، کفلا وهو الذی فی میزان  
 التحقیق مقوزن الفهوم ، وفارس نجاة السائقة فی  
 بیداء العلوم ، وقریراته فرائد ضیائیة ، وحریراته  
 مفردات إلهامیة ، وإشاراته فی الدقائق الفلسفیة ،  
 هداية إلى الحکمة البهیة ، وکناياتها فی الحقائق  
 الکلامیة ، محلات لمصاد أطباء الاغیابة ، وموزانه  
 فی علم الفقه والحديث و الأصول ، المظهر الیها التحویل ،  
 فاصد حسنة ، وآثار مرفوعة ، نالعة للکبر والصبر ،  
 جامة لرموز الهدایة بفتح الفایح القدير! "

(پھر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے جم غفیر آپ کی طرف مائل ہو گیا اور  
 شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لئے ایک بڑی جماعت آپ کی خدمت میں  
 حاضر ہوئی ۔ پس اقطار و اہوار میں جاشت کے آفتاب کے مانند آپ کی  
 شہرت پھیل گئی کہ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں متبحر ، علوم عربیہ کے  
 مستدر کے فوآس ، صفات عالیہ سے منصف ، اور طمانع عجم میں اپنے اطفال  
 و اقربان سے لائق ہیں ۔ یہ کہے نہ ہوتا جبکہ آپ تحقیق کی میزان میں  
 ظل کو تولیع والے اور علوم کے میدان میں سہقت لے جانے والے اصل کھولنے  
 پر سوار ہونے والے ہیں ۔ آپ کے بیانات روشن جواہرات اور آپ کسی  
 تحریر میں الہامی مفردات ہیں ، فلسفیانہ دقائق میں آپ کے اشارات  
 حکمت جملہ کی طرف ہدایت کرنے والے اور حقائق کلامیہ میں آپ کسی  
 کناہات اعتقادی مباحث کی کرہوں کو کھولنے والے ہیں اور علم حدیث

## بعض علمائے معاصرین سے اختلافات

معاصرانہ چشمہ کی مثالیں مرد درمیں ملتی ہیں اور مرزبانہ میں علماء کے درمیان آپس میں اختلافات رہے ہیں۔ اختلاف رائے تو بہرحال ناگزیر ہے اور یہیں سے بات شروع ہوتی ہے پھر کچھ حاشیہ نشین بھی اس کو ہوا دیتے ہیں۔ اس مباحثہ و مناظرہ کا آغاز ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی مجادلہ و مناظرہ تک کی پخت آ جاتی ہے۔ مولانا عبدالحی کو مباحثہ و مناظرہ سے کافی دلچسپی تھی اور اس فن میں ان کو مہارت بھی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ جس بات کو وہ غلط سمجھتے تھے اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور اگر حریفان کی بات کو تسلیم نہ کرتا تو وہ ہم سے ٹوٹ کر میدان میں آ جاتے تھے۔ جن معاصر علماء سے ان کو اس قسم کا واسطہ پڑا آیا ان میں محمد بشیر سہسوانی، نواب صدیق حسن خان، اور عبدالحق بن فضل الحق خیر آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ احمد علی مصطفیٰ آبادی اور محمد حسین لاہوری کے نام بھی اس سلسلے میں لائے جا سکتے ہیں۔

### مولوی محمد بشیر سہسوانی :

مولوی محمد بشیر سہسوانی کی پیدائش ۱۲۵۲ھ میں سہسوان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر لکھنؤ، پٹنہ اور دہلی جا کر متعدد علماء سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد مسلسل درس و تدریس مختلف شہروں میں رہے سب سے زیادہ بھوپال میں قیام کیا، وہاں تقریباً تیس سال تک درس و تالیف میں مشغول رہے۔ نواب صدیق حسن خان ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اصول فقہ میں ان کو اچھی مہارت حاصل تھی۔ تقریباً بیس کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۳۲۳ھ میں دہلی میں انتقال ہوا۔

مولوی محمد بشیر ۱۲۸۸ھ میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ گئے لیکن حج سے فراغت کے بعد بھارت قہر پوری کے لئے مدینہ منورہ کا قصد نہ فرمایا۔ بعض اہل مکہ نے ان کو یہ سعادت حاصل کرنے کی ترغیب دی اور ڈھکی امداد علی خان نے ان کے اخراجات کی کفالت کا وعدہ بھی کیا لیکن مولوی صاحب نے ان کی بات

وقفہ واسول میں آپ کے رمزیات جن کے علمائے کبار محتاج ہیں  
حسین طہا صد ، بلند آثار ، صبر و کبر سب کے لئے نافع اور نافع  
قدیر کی فتح و نصرت سے رموز ہدایت کے جامع ہیں ۔ )

اس سلسلہ بیان کو مولوی عبد الباقی نے اس جملہ پر ختم کیا ہے :

” فلذکہ لم فرعن العلماۃ نظیرہ ، ولم یجد سعی  
الطلیباۃ عد ینہ ومثلہ ! “

( پس اس لئے علماء کی آنکھ نے آپ کی نظیر نہیں دیکھی اور طلباء  
کی کوشش نے آپ کا ہمسرا اور مثل نہیں پایا ۔ )

\*\*\*\*\*

نہ مانی اور یہ کہا کہ زیارت قبر نبوی صرف مستحب ہے کوئی ضروری نہیں ہے ۔  
جنانچہ پھر زیارت کے وہ مند و ستان واپس چلے آئے ۔ یہاں اس ہاتھ لوگوں نے ان  
پر لعنت و ملامت شروع کر دی تو مولوی صاحب نے ایک رسالہ " القول للحق المحکم  
فی زیارة قبر الحبیب الاکرم " تالیف کیا ۔ جس میں یہ ثابت کیا کہ زیارت روضۃ الطہر  
مستحب ہے ۔ صرف بعض فقہاء اس کے وجوب کی طرف کئے ہیں ۔ جمہور حنفیہ اس  
کے استحباب ہی کے قائل ہیں ۔ جب یہ رسالہ مولانا عبدالحی کی نظر سے گزرا تو  
آپ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ " الکلام الصرم فی نقض القول المحکم " جمادی  
الآخری ۱۲۸۹ھ میں تصنیف کیا اور اس کو اپنے ایک شاگرد مولوی عبد الجبار  
خان کی طرف منسوب کر دیا ۔ اس میں آپ نے احادیث صحیحہ سے زیارت کے وجوب  
کو ثابت کیا اور مولوی صاحب کے دلائل کی تردید کی ۔

کچھ دنوں کے بعد مولوی محمد بشیر نے ایک دوسرا رسالہ " القول  
المصور فی زیارة سید القبر " کے نام سے لکھا ۔ جس میں زیارت کے استحباب پر فقہاء  
کا اجماع نقل کیا اور زیارت قبر نبوی کے متعلق جو احادیث وارد ہیں ان کو ضعیف  
قرار دیا ۔ مولانا عبدالحی نے اس کے جواب میں بھی ایک دوسرا رسالہ " الکلام الصرم  
فی ردّ القول المصور " جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ میں تالیف کیا اور اس کو اپنے ایک شاگرد  
مولوی عبد المنہز قنوجی کی طرف منسوب کر دیا ۔ اس میں مولانا نے لکھا ہے کہ بعض  
کتابوں میں جہاں زیارت کے متعلق اجماع منقول ہے وہاں لحدب سے مراد طاعت ہے نہ  
کہ استحباب جو وجوب اور سنت کے مقابل ہے ۔

کافی عرصہ کے بعد مولوی محمد بشیر نے ایک تیسرا رسالہ " المذهب  
المأثور فی زیارة سید القبر " تالیف کیا اور اس کا لقب " إتمام الحجة علی من أوجب  
الزیارة مثل الحجة " رکھا ۔ اس میں انہوں نے اپنے قول کی تائید میں ابن تیمیہ اور ان  
کے بعض فلا مذہ کی کتابوں سے حواشی نقل کیں ۔ مولانا عبدالحی نے پھر اس کے جواب  
میں ایک تیسرا رسالہ " السعی الشکور فی ردّ المذهب المأثور " شوال ۱۲۹۲ھ  
میں تصنیف کیا اور اس کو " واضح الحجة فی إبطال إتمام الحجة " کے لقب سے مطلق کیا ۔

پھر اس پر اس بحث کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

مولوی محمد بشیر سہسوائی ہی کے رد میں مولانا نے ایک اور کتاب "تحفة الأخبار فی احیاء سنت سید الأبرار" بھی تالیف کی تھی۔ مولوی محمد بشیر اس بات کے قائل تھے کہ تراویح کی صرف آٹھ رکعتیں سنت ہو کہ وہ ہیں اور باقی محض مستحب ہیں<sup>۱</sup>۔ مولانا "تحفة الأخبار کی تمہید میں لکھتے ہیں :

\*مجھے اس کی تالیف پر اس چیز نے آمادہ کیا کہ لوگ احناف کے متعلق ایسی بات کہتے ہیں جس کے قائل احناف نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "احناف کے نزدیک سنت ہو کہ وہ عمل ہے جس پر رسول اللہ نے مواظبت فرمائی ہے لیکن جس عمل پر خلفائے راشدین نے مداومت فرمائی ہے وہ احناف کے نزدیک سنت نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے" اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تراویح میں آٹھ رکعتوں سے جو رائد ہیں وہ مستحب ہیں کیونکہ رسول اللہ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ احناف کے ہمارے میں یہ بہتان تراشی ان کی فقہی تصریحات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ احناف نے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں کی تو بھی احادیث صحیحہ خلفاء کی سنت کے لزوم اور اس کی اقتدا کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ تو کیا ان احادیث پر عمل نہ کرنا جائز ہے جو اس سلسلے میں وارد ہیں۔ اللہ ہی سے فریاد ہے اس جہالت کی جو اس زمانہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس زیادتی، کراہی اور سرکشی کی جو اس وقت عہد کی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس کے پاس فقہ نہیں ہے اس کو فقہ کہاں کیا جاتا ہے اور جس کے پاس علم نہیں ہے اس کو شریف سمجھا جاتا ہے۔ لوگوں نے جہلا کو فقہا سمجھ لیا پس ان سے فتویٰ لیا اور انہوں نے ان کو فتویٰ دیا اس طرح وہ سیدھی راہ سے خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

"تحفة الأخبار" میں مولانا نے ان اخبار و آثار سے بحث کی ہے جو خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کی اقتدا سے متعلق وارد ہیں۔ پھر سنت کی تصریح کی

عمریف میں فقہاء کے جو اقوال ملتے ہیں ان کی مدلی شرح کی ہے اور اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے :

- ۱ - رمضان میں نفل تمام سنت مؤکدہ ہے -
- ۲ - اس کی سنت رمضان کی تمام راتوں میں یکساں ہے -
- ۳ - اس کے لئے جماعت قائم کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے -
- ۴ - اس کا پھر رکعت ہونا بھی سنت مؤکدہ ہے -
- ۵ - جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا وہ گنہگار ہوگا مگر یہ کہ مذکورہ بالا پہلی تین باتوں میں کوتاہی کرنے والا سنت نبویہ کی مخالفت کی وجہ سے زیادہ گنہگار ہوگا اور چونکہ بات میں کوتاہی کرنے والا سنت خلفاء کی مخالفت کی بنا پر کم گنہگار ہوگا -

اور اس کی بنا یہ ہے کہ :

- ۱ - سنت خلفاء بھی سنت نبویہ کے مانند سنت مؤکدہ ہے - مگر یہ کہ سنت نبویہ کے ترک سے جو کٹاؤ ہوتا ہے اس کی یہ نسبت سنت خلفاء کے ترک میں کٹاؤ کم ہوتا ہے -
- ۲ - فعل صحابہ کی اقتداء عموماً مستحب ہے اور خلفاء بالخصوص شیخین کے فعل کی اقتداء لازم ہے -
- ۳ - تارک سنت مؤکدہ گنہگار ہوتا ہے خواہ وہ سنت خلفاء ہو یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! -

نواب صدیق حسن خان :

مولانا عبدالحی جب کوئی کتاب یا کسی کتب کی شرح لکھتے تو اس کے ضمن میں جن اشخاص کا ذکر آ جاتا ان کے مختصر حالات زندگی بھی عام طور پر

حاشیہ میں درج کر دیئے اور اس سلسلے میں دوسرے علماء و مصنفین کی غلطیوں کی طرف بھی اشارہ کر دیئے گئے جتنا کہ حسب عادت نواب صدیق حسن خان کی تصانیف میں جو تصانیف ان کو ملے ان کی بھی وہ تصحیح کر دیا کرتے تھے یہ تصانیف زیادہ تر روایات و موالید کی تاریخوں سے متعلق ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد مولانا کو معلوم ہوا کہ ان کا یہ طریقہ نواب صاحب کو پسند نہیں ہے۔ ان کو اس سے ملال ہوا ہے اور وہ اسے تصحیح و عناد پر مجبور کرتے ہیں لہذا مولانا نے طے کر لیا کہ آئندہ وہ نواب صاحب کی غلطیوں کا کوئی ذکر نہ کریں گے۔

لیکن اسی اثنا میں نواب صاحب کے کسی حمایتی نے ایک کتب "شفاہ النبی" عا آوردہ الشیخ عبد النبی " شائع کر دی جس میں مولانا کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے تھے اور تمام بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ نواب صاحب محض نقل ہیں۔ دوسری کتبوں میں جو کچھ ان کو ملا اسے انہوں نے ہمیشہ نقل کر دیا اس لئے ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ یہ کتب ابو الفتح عبد النصیر کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا کا خیال تھا کہ یہ ایک فرضی نام ہے اور ان کا غالب گمان یہ تھا کہ یہ مولوی بشیر سہسوائی کی تالیف ہے جن سے زیارت پیر نبوی کے سلسلے میں مولانا کا مباحثہ اس سے قبل ہو چکا تھا۔ پس مولانا نے بھی اس کے جواب میں ایک کتب "لہراز النبی الواقع فی شفاہ النبی" ۱۲۹۷ھ میں تصنیف کی جس میں انہوں نے نواب صاحب کو براہ راست مخاطب کیا۔ اور ان کی تصانیف "إتحاف النبلا" "البحرۃ فی ذکر الصحاح الستۃ" اور "الإکسر فی اصول التفسیر" سے نئی غلطیاں نکال کر پیش کیں۔ نیز پرانے اعتراضات کا جو جواب "شفاہ النبی" میں دیا گیا تھا اس کو رد کیا۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر مباحث بھی درج کئے۔

کچھ دنوں کے بعد نواب صاحب کی طرف سے ایک دوسری طویل کتب شائع ہوئی جس کا لہجہ کالی سخت اور نام بھی اشغال انگیز تھا یعنی "تیسرہ النقاد برّ کید الحامد" اس کے مضامین کا حاصل یہ تھا کہ نواب صاحب کی طرف جو

ظلمیان منسوب کی گئی ہیں ان میں سے کچھ تو کاتب کی ظلمیان ہیں اور باقی ان  
مصلحین کی ہیں جنکی کتابوں سے نواب صاحب نے نقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں نواب  
صاحب نے تصحیح و تحقیق کا کوئی التزام نہیں کیا اور مزید یہ کہ ولیات و موالید  
کی تاریخوں سے متعلق اکثر کتابوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں! مولانا نے اس کے بعد  
سے اپنی تصانیف میں چلے جا نواب صاحب کو "غیر ملغز الصحة" کے لقب سے یاد کیا  
ہے اور ہم ان کے حمایتی ناصر مغلطی<sup>کو</sup> "کہا ہے۔ بہر حال مولانا نے اس کتاب کی تردید  
میں پھر ایک دوسری ضخیم کتاب "تذکرۃ الراشد برۃ تیسرۃ النقاد" ۱۳۰۱ھ میں  
تالیف کی جس میں انہوں نے صاحب "تیسرۃ النقاد" کے ایرادات کا جواب دیا اور "احسان  
النہال" اور الحیۃ فی ذکر الصالح السقۃ" کی مزید ظلمیوں کا ذکر کیا۔

مولانا کی یہ دونوں کتابیں اگرچہ موضوع کے اعتبار سے تاریخ سے  
معلق ہیں لیکن مولانا نے ان کے اندر مظاہرہ کا جوشربانہ اور بلیغ انداز اختیار کیا  
ہے اس کی بناء پر یہ فن مظاہرہ کی نہایت اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں اور اس میں  
شک نہیں کہ مظاہرہ کی مشق کے لئے یہ کتابیں بہت مفید اور کارآمد ہیں۔ خاص طور  
پر "تذکرۃ الراشد" ایک دوسری خصوصیت کی بھی حامل ہے۔ فہ پانچ سو صفحات  
کی یہ کتاب صبح و قاتلہ کے حسین لباس میں ملبوس ہے۔ یوں تو مولانا کی اکثر تصانیف  
میں کہیں کہیں اور خصوصاً ابتدائی حصوں میں مغلطی عبارتیں ملتی ہیں، لیکن اس کتاب  
میں شروع سے آخر تک اس کا التزام کیا گیا ہے اور نہایت بلیغ اور ہر شکوہ صبح و ظلی  
جملوں سے یہ پوری کتاب مزین ہے۔ اس سے عری زبان ولغت پر کمال مولانا کی  
زبردست قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں نمونہ کے طور پر چند سطرین درج کی جا  
رہی ہیں۔ نواب صاحب کے حمایتی نے اپنی تالیف کے ذریعہ ان کی جو حمایت و نصرت  
کی ہے اس کی کیا حقیقت ہے اس سلسلے میں مولانا لکھتے ہیں :



” ہذہ بصرة طاطلة باطللة ، فاسدة کاسدة ، خامدة  
جامدة ، کلا کمة ضائعة ، خافضة خارقة ، حالكة  
مالكة ، قاسية عاصية ، طاغية باغية ، واهية لاهية ،  
ساحية ناسية ، کارهة فاسقة ، کافرة فاجرة ،  
خائفة خاسرة ، وما أدراك ما هية ، ناصية عاروية ،  
ناقلة عادية ، حاضنة راسية ، حائرة هائجة ، حائفة  
واشمة ، خالصة عاروية ، داخرة غائبة ، کاوية کاسفة ،  
ماحبة خاسفة ، حارقة خارقة ، ناشرة باردة ،  
حافية عاقبة ، فاحشة عاشية ، هل أظلم حدیست  
الناسية ، هی والعة قارعة ، داهية قاصمة ،  
جافية قالعة ! ”

علامہ عبد الحق بن فضل الحق خیرآبادی :

علامہ عبد الحق خیرآبادیؒ من پیدائش - اپنے والد سے تعلیم حاصل  
کی - پھر راہپور میں نواب کلب علی خان کے ندیم ہو گئے - نواب موصوف کے یہاں ان  
کو بہت قریب حاصل تھا - لیکن نواب صاحب کے انتقال کے بعد جب ان کے صاحبزادے  
مشفاق علی خان اپنے والد کے جانشین ہوئے تو ان کے وزیر جنرل اعظم الدین خان  
سے علامہ عبد الحق کی کسی بات پر رنجش ہو گئی جسکی وجہ سے علامہ اپنے وطن  
چلے آئے اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے حیدرآباد چلے گئے - پھر جب نواب مشفاق  
علی خان کا انتقال ہو گیا اور ان کے صاحبزادے نواب حامد علی خان اپنے والد کے قائم  
مقام ہوئے تو انہوں نے علامہ عبد الحق کو پھر راہپور بلا لیا اور ان کے ساتھ بہت  
مہربانی سے پھر آئے پھر وہیں ۱۳۱۸ھ میں علامہ کا انتقال ہو گیا - علامہ عبد الحق  
اپنے زمانہ کے ایک بلند پایہ عالم ، نحو و لغت کے ماہر اور منطق و فلسفہ کے امام تھے

انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

علامہ عبد الحق سے مولانا عبد الحی کے علمی مباحثہ کی صورت اس طرح ہمیشہ آئی کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے کتب درسہ پر اکثر حواشی لکھا کرتے تھے۔ مطلق کی ایک مشہور درس کتاب رسالہ قطبہ مؤلفہ قطب الدین رازی پر میرزا زہد مروی نے کچھ تعلیقات لکھے تھے جو میرزا زہد رسالہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس رسالہ پر ملا غلام محی بہاری نے "لواء العدی فی اللیل والدحی" کے نام سے ایک حاشیہ لکھا۔ مولانا ۱۲۸۰ھ میں جب یہ حاشیہ اپنے والد سے پڑھ رہے تھے تو انہوں نے<sup>۱</sup> حاشیہ پر خود ایک مختصر حاشیہ "ہدایۃ الوری الی لواء العدی" کے نام سے لکھا جس میں انہوں نے طمانع ماضیین اور فضائل سابقین کو نشانہ جن و تعدیل بنایا اور ان کی اغلاط کو دلائل کے ساتھ بیان کیا۔ اس سلسلے میں علامہ عبد الحق بھی مولانا کی زد میں آ گئے۔

پھر شوال ۱۲۸۶ھ میں حاشیہ غلام محی بہاری پر مولانا نے ایک دوسرا مکمل حاشیہ "صباح الدحی فی لواء العدی" تالیف کیا جس میں مزید دلائل و براہین کے ساتھ مسائل کی تفسیح و توضیح کی۔ اسی درمیان میں علامہ عبد الحق نے اپنے کسی شاگرد کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا جو مولانا نے "ہدایۃ الوری" میں ان پر وارد کئے تھے۔ لہذا جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ھ میں مولانا نے ایک تیسرا رسالہ "نور العدی لحملۃ لواء العدی" مرتب کیا اور اس میں علامہ کے جوابات کی تردید کی۔ اس کے دس سال بعد فاضل خیر آبادی نے پھر اس بحث کی طرف توجہ کی اور ایک رسالہ میں "صباح الدحی" اور "نور العدی" دونوں کے اعتراضات کا جواب دیا جس میں اپنے سابقہ بیانات کا اعادہ کیا تو مولانا نے بھی اس کے رد میں پھر ایک رسالہ "علم العدی علی حواشی نور العدی" ۱۳۰۲ھ میں تالیف کیا۔

۱ — مزید حالات کے لئے دیکھئے ترجمۃ الخواطر ۲۲۲/۸ - ۲۲۲

۲ — حسرة الفحول ص ۲۰

۳ — دیکھئے حسرة الفحول ص ۲۰ - ۲۱

مولوی احمد علی کا وطن راجپور تھا۔ راجپور کو مصطفیٰ آباد بھی کہا

• أما شق القمر فعندنا ليس من الحجزات ، إنما هو من آيات القيامة كما قال الله تعالى " انقضت الساعة وانشق القمر " ولكنه صلى الله عليه وسلم اخبر عنه قبل وجوه فكان معجزة من هذا السبيل " .

(جہان کے شوق القمر کا تعلق ہے فلاں وہ ہمارے نزدیک معجزات سے نہیں ہے۔ وہ توفیقات کی نشانیوں میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قیامت کی فلاں" اور چاند پھٹ گیا۔" لیکن چونکہ

٢ — جمع الضرر من ٢١

٢ — ( القرآن ع ٧٥٤ )

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وقوع سے پہلے اس کی  
خبر دی ہے پس اس طور پر وہ معجزہ ہے۔

غرض جب یہ رسالہ ۱۲۸۲ھ میں شائع ہوا تو مولوی احمد علی نے تفہیمات کی مذکورہ بالا عبارت سے متعلق مولوی عبد الحلیم کی توضیحات سے اختلاف کیا اور اس سلسلے میں ایک رسالہ لکھ کر "نثر الدور" کے نام سے شائع کرا دیا۔ جب مولوی عبد الحلیم کی نظر "نثر الدور" پر پڑی تو چونکہ اس زمانہ میں وہ حیدرآباد کی دیوانی عدالت کے انتظام و انصرام میں زیادہ مصروف تھے لہذا انہوں نے اپنے صاحبزادے مولانا عبد الحمید کو حکم دیا کہ وہ "نثر الدور" کا جواب لکھیں۔ مولانا نے فوراً اس کی تکمیل کی اور خود مولوی عبد الحلیم نے بھی "نثر الدور" کے افلاطون و سائیکس پر مختصر تعلیقات لکھیں۔

لیکن کچھ اسباب کی بنا پر یہ تمام مواد مسودہ کی شکل میں پڑا رہ گیا اور اس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی یہاں تک کہ ۱۲۸۵ھ میں مولوی عبدالحلیم کی وفات ہو گئی اور تقریباً اس زمانہ میں مولوی احمد علی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس لئے مولانا عبدالحی نے پھر اس کی طرف توجہ نہ کی مگر کچھ عرصہ بعد مولانا نے فارسی میں ایک رسالہ دیکھا جس کا نام تھا "السيف الماضى يقطع القول ليذكر انشلاق القوم في الماضي" اس کے مولف مولوی عبد اللہ ٹونگی تھے۔ مولانا عبدالحی نے دیکھا کہ اس رسالہ میں "نظم الدرد" اور "نثر الدرد" دونوں سے مواد لیکر جمع کر دیا گیا ہے اور اس کے مولف نے تفصیلات کی عمارت سے متعلق نثر الدرد کی تقلید کی ہے۔ اس وقت مولانا عبدالحی کو "نثر الدرد" کے افلاط کی اشاعت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مولانا نے "نثر الدرد" کا دوبارہ مطالعہ کر کے اس کے تمام افلاط کی توضیح کی۔ مزید برآں اس کے آخر میں ان مختصر تعلیقات کو بھی بھی شامل کر دیا جو ان کے والد مولوی عبدالحلیم نے "نثر الدرد" کے مسامحات کے متعلق لکھا تھا۔ یہ کتب رجب ۱۳۹۸ھ

میں مکمل ہوئی اور مولانا نے اس کا نام "جمع التفریدی رد شرالدرد" رکھا۔

چونکہ یہ ساری بحث تفہیمات کی ایک مخصوص عبارت کے مضموم سے متعلق تھی اس لئے اس میں زیادہ تفریدی و نحوی بحث ہے۔ "جمع التفریدی" کی اشاعت سے قبل "شر الدرد" کے مولف مولوی احمد علی مصطفی آبادی کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے ان کی طرف سے اس کا جواب لکھنے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوا اور غالباً کس دوسرے شخص نے بھی اس کے رد میں بہر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

محمد حسین لاہوری :

محمد حسین لاہوری (م ۱۳۸۸ھ) مسلک اہل حدیث کے حلقے تھے انہوں نے لاہور میں تصنیف و تالیف اور تعلیم و تدریس کے علاوہ تقریر و تذکرہ کا مشغلہ بھی جاری کیا تھا اور روزانہ مسجد میں صبح کو تفسیر بیان کرتے تھے۔ اس طرح ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ وہ "اشاعۃ السنۃ" کے نام سے ایک مجلہ بھی نکالتے تھے جس میں اپنے مخالفین کے رد میں مضامین شائع کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ حد اعتدال سے تجاوز کر گئے اور ائمہ اربعہ کے مقلدین اور خاص طور پر احناف کو ہدف ملامت بنانے لگے جس کے نتیجہ میں احناف اور اہل حدیث کے درمیان مناظروں و مجادلہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے برعکس مولانا عبدالحی عسکری مزاج اور حلقی مسلک کے متبع تھے۔ وہ اپنی تصانیف میں اکثر امام ابوحنیفہ کے فضائل و مناقب کا ذکر کرتے اور ان کے متعلق مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

محمد حسین لاہوری نے علم حدیث کے متعلق دس سوالات لکھ کر مولانا کے پاس بھیجے۔ مولانا اس زمانہ میں حیدرآباد میں تھے۔ انہوں نے کثرت اشغال کے باوجود ان سوالوں کا جواب لکھنا شروع کر دیا اور جلد ہی ۲ ذی الحجۃ ۱۲۹۱ھ کو اسے مکمل کر دیا جو "الأجوبة الفاضلة للأسئلة المشتركة الکاملة" کے نام سے شائع ہوا۔ یہ سوالات ، حدیث ، تصنیف حدیث پر عمل ، محدثین کے اقوال میں

نماز اور حدیث میں نسخ ، جمع اور ترجیح وغیرہ کے مسائل سے متعلق ہیں جو علم حدیث کے نہایت اہم اور پیچیدہ مباحث ہیں ۔ ان سوالات سے مسائل کی گہری عظمت اور بصیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے ۔ اور سائنس دان مولانا نے جس شے پر وسعت اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ ان سوالات کا جواب لکھا ہے اس سے مولانا کا کمال علم و فن پوری طرح واضح ہوتا ہے ۔

\*\*\*\*\*

## مقام مجددیت

مولانا عبدالحی کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے مخصوص صلا حقیقہ و دہمت کی نعمین - جس موضوع پر وہ قلم اٹھائے اس کا کوئی پہلو تشدد نہ چھوڑے مشکل سے مشکل مسئلہ کو فاسل بخش طور پر حل کر دیتے تھے - خود ان کی تحریر کے مطابق مسائل کے حل میں غیب سے ان کو مدد ملتی تھی اور درست رائے کا الہام ہو جاتا تھا - حدیث و فقہ سے ان کو خاص مناسبت تھی چنانچہ اس موضوع پر ان کی بہت سی تصانیف ان کی زندگی میں طبع ہو کر شہرت و مقبولیت حاصل کر چکی تھیں - اکثر ان کو سچے خواب نظر آتے تھے اور مستقبل کے حوادث کی خبر اشارۃً یا صراحتاً ان کو خواب میں ہو جایا کرتی تھی - متعدد صحابہ کرام اور ائمہ دین کی زیارت سے بھی وہ خواب میں مشرف ہوتے تھے -

غالباً انہی فطری صلا حقیقہ اور وہی کمالات کی بناء پر مولانا کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ آئندہ والی صدی کے مجدد ہو سکتے ہیں - چنانچہ انہوں نے اپنی بعض کتابوں میں اس کی دعا بھی مانگی ہے - " تحفة الأخیار " کے آخر میں لکھتے ہیں :

" أقول قولي هذا وأتوكل على كل باب على ملهيم  
الصدق والمواب ، وأسأله أن يجعلني حاميا للسنن  
وقاميا للهدى وان يجعلني من مجدد الدين على  
رأس المائة <sup>الآتية</sup> ومن زمرة المجددين على رأس العات " ۱

۱ - النافع الكبير ص ۱۳۸

۲ - تحفة الأخیار ص ۲۱۵-۲۱۶ — النافع الكبير ص ۱۳۸

۳ - تحفة الأخیار ص ۲۱۵ — النافع الكبير کے آخر میں بھی تقریباً

اسی قسم کی دعا مولانا نے کی ہے - دیکھئے صفحہ ۱۳۹ -

(میں اپنی بات کہتا ہوں اور ہر معاملے میں اس ذات پر محروسہ رکھتا ہوں جو صدق و صواب کا الہام کرنے والا ہے اور میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے حقیقی سلت اور قانع بدعت بتائے اور مجھے ان لوگوں میں سے بتائے جو آئے والی صدی کے شروع میں دین کی تجدید کرنے والے ہوں گے اور مجھے صدی کے ابتداء میں آئے والے مجددین میں شامل کرے۔)

جب یہ کتاب منظر عام پر آئی اور لوگوں کی نظر مولانا کی اس دعا پر پڑی تو بعض مخالفین نے اس پر اعتراض کیا اور مولانا پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ شوال ۱۲۹۱ھ میں جب مولانا حیدر آباد پہنچے تو وہاں کسی مجلس میں ایک شخص نے مولانا کو مخاطب کر کے سوال کیا کہ آپ نے "حلقۃ الأخیار" کے آخر میں مجددیت کا دعویٰ کیوں کیا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ میرے ہمارے میں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں میں اس سے ہری ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں اس صدر کا مجدد ہوں میں نے صرف اللہ سے اس کی دعا کی ہے۔ کسی چیز کے ادعا اور اس کی طلب و دعا کے درمیان جو فرق ہے کیا اسے آپ نہیں سمجھتے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ کسی چیز کی طلب اس بات کو مستلزم ہے کہ طالب اس سے خالی ہے اور کسی چیز کا ادعا اس بات کی خبر دیتا ہے کہ وہ اس کو حاصل ہے۔ اس پر مندرجہ نے کہا کہ اسے بلند اور اہم مقصد کی دعا کرنا آپ کے لئے سزاوار نہیں تھا۔ مولانا نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اللہ کا فضل بہت وسیع ہے اور ممکن ہے کہ وہ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کا اہل بنادے جو میں نے اس سے طلب کیا ہے۔

مندرجہ نے کہا کہ آپ سے قبل آپ کے شہر اور محلہ میں بہت سے علماء و فضلا گزریے ہیں لیکن انہوں نے وہ چیز اللہ سے طلب نہیں کی جو آپ نے طلب کی ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ انہوں نے دو وجہوں سے اس کی طلب نہیں کی



ایک تو یہ کہ ان میں سے اکثر کا اشغال علم حدیث اور مقلولات کے ساتھ تھا نہ میں تھا کہ مقلولات کے ساتھ تھا۔ اور جس مجدد کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر دی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ علوم نقلیہ میں منجبر ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ زمانہ نہیں پایا جس میں صدی کے اختتام تک ان کی زندگی رہی ہو اور مجدد کے لئے ضروری ہے کہ صدی کے اختتام کے وقت وہ زندہ ہو اور اس کو کافی شہرت و مقبولیت حاصل ہو۔ مولانا نے اس کے بعد فرمایا کہ محمد اللہ مجھے علوم نقلیہ کے ساتھ شرف حاصل ہے اور یہ بھی مستبعد نہیں ہے کہ اس صدی کے اختتام تک مہری زند کی باقی رہے اس لئے میں نے اللہ سے امید کی ہے کہ کہ وہ اس صدی کے شروع میں رونے والے مجددین کے زمرہ میں مجھے بھی شامل کر لے۔ یہ کلام سن کر حضرات صہوت اور خاموش ہو گیا اور اس نے پھر کبھی اعتراض نہیں کیا۔

مولانا کے بعض سوانح نگاروں نے ان کو مجددین ملت کے زمرہ میں شامل کیا ہے جنابچہ مولوی عنایت اللہ نے واضح الفاظ میں آپ کو چودھویں صدی کا مجدد کہا ہے۔ اور صاحب "حدائق الحنفیہ" لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو چودھویں صدی کا مجدد امت محمدیہ قرار دیا جائے تو کوئی حائلہ نہیں ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ مختلف ہے کہ مولانا مقام مجددیت پر فائز ہیں یا نہیں، لیکن مولانا نے اپنی مختصر عمر میں جو کارنامے انجام دیے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ان کو طویل عمر مل جاتی تو وہ دین و ملت کی مزید خدمت انجام دیتے اور اس وقت ان کو مطلقہ طور پر چودھویں صدی کے مجددین میں شمار کیا جاتا۔

\*\*\*\*\*

۱۔ اس مباحثہ کے لئے دیکھئے: "نخبۃ الأنظار"، ص ۲۱۳ - ۲۱۵

۲۔ تذکرہ علمائے فرنگ مکمل: ص ۱۳۱

۳۔ حدائق الحنفیہ: ص ۷۸۶

# باب چہارم

تصنیفات وتالیفات

## تصانیف و تالیفات :

مولانا عبدالحی نے اپنی تصانیف کی فہرست متعدد کتابوں میں اپنے حوالے زندگی کے ساتھ خود درج کی ہے<sup>۱</sup>۔ جو کتاب زیر تصنیف ہوئی تھی اس کے متعلق وہ یہ بھی لکھ دیا کرتے تھے کہ یہ کتاب ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ مولانا نے اپنی تمام تصانیف کو فقہ، حدیث، منطق و حکمت، تاریخ، صرف، نحو اور مناظرہ کے چند عنوانات کے تحت درج کیا ہے۔ حدیث و فقہ کی کتابوں کو ساتھ ساتھ رکھنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ انہوں نے اپنی فقہی تصانیف میں فقہاء کے اقوال کے ساتھ ساتھ اکثر احادیث سے بھی استدلال کیا ہے اور حدیثوں کی قوت و ضعف سے بحث کی ہے۔ اسی طرح منطق و حکمت کے تحت کلام، عقائد اور ہیئت وغیرہ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ مولانا کے سوانح نگاروں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس بنا پر رقم نے بھی انہیں عنوانات کے تحت فہرست مرتب کی ہے۔

مولانا نے یا ان کے سوانح نگاروں نے ان تصانیف کو ابجدی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔ اس کی وجہ سے کسی تصنیف کو تلاش کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ لہذا رقم نے مذکورہ بالا عنوانات کے تحت مولانا کی چھوٹی بڑی اور مکمل و نامکمل تمام تصانیف کو ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا ہے۔

مولانا کی اکثر وبیشتر کتابیں ان کی زندگی ہی میں طبع ہو چکی تھیں۔ بعض کتابیں مختلف مطابع سے متعدد بار شائع ہوئی ہیں۔ ہم نے صرف اسی ایڈیشن کا ذکر کیا ہے جو ہم کو دستیاب ہو سکی ہیں اور مطابق پیش نظر ہیں۔ متعدد کتابوں کے صرف قلمی نسخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ کتابیں چھپی نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان کتابوں کے مطبوعہ نسخے رقم کو دستیاب

۱۔ دیکھئے : مقدمة السعایہ ۲۱-۲۲۔ مقدمة عدة الرحایة ۲۰-۲۱۔

مقدمة التعلیق للامجد ۲۸-۲۹۔ التعلیقات السیة آخر کتب مولانا

کی کتابوں کے علاوہ اس فہرست کی تیاری میں ان کی کتابوں سے بھی مدد لی

گئی ہے۔ فزعة الخواطر، حسرة الفحول، مقدمة الرفع والتکمیل، کنز البرکات۔

نہیں ہو سکے اس لئے ان کے قلمی نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مولانا کی اکثر کتابیں عربی میں ہیں۔ صرف چند کتابیں فارسی یا اردو میں ہیں۔ ان کی طرف کتاب کے نام کے بعد قوسین میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

## حریث و فقہ

۱۔ الآثار المفروضة فی الاخبار الموضوعة :

اس کتاب کی تالیف رجب ۱۲۰۲ھ میں مکمل ہوئی۔ پھر ۱۲۰۲ھ میں مولانا کی ایک دوسری کتاب "ایہام الکلام" کے ساتھ ایک ہی مجموعہ میں مطبع طوی لکھنؤ میں اس کی طباعت ہوئی۔ "ایہام الکلام" کے بعد صفحہ ۲۲۱ سے صفحہ ۳۸۰ تک یہ جہیں ہوئی ہے۔ اس میں ان موضوع حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جن کے اندر سال کے مختلف دنوں اور راتوں میں کچھ مخصوص قسم کی نمازوں اور ان کے اجرو نواب کا ذکر آیا ہے۔ شروع میں مولف نے اپنے بعض لغزہ و اسباب کے ساتھ نماز عاشوراء کے موضوع پر ایک مقالہ کا فرقہ ذکر کیا ہے جس کے تحت اس بات کی تفصیل کی ہے کہ کس قسم کے لوگوں نے کن اغراض و مقاصد کے تحت حدیثیں وضع کی ہیں۔ اس کے بعد مقدمہ میں حدیث وضع کرنے اور موضوع حدیث کی روایت کرنے کے احکام چند دیگر مضامین کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ پھر ایضاً اول میں حلقہ کے دنوں اور راتوں کی نمازوں والی حدیثیں مذکور ہیں اور ایضاً دوم میں ان حدیثوں کا بیان ہے جن میں سال کے مخصوص دنوں اور راتوں کی نمازوں کا ذکر وارد ہے۔ اس کے بعد خاتمہ میں ایسی بہت سی نمازوں کی تفصیل ہے جو صوفیہ و مشائخ سے منقول ہیں۔ آخر میں "قدیب" کے تحت "صلوۃ التسمیہ" کا ذکر ہے۔

## ۲ - آکام الناس فی اُداۃ الأذکار بلسان الفارس :

یہ رسالہ مجموعۃ الرسائل الخمس میں صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۹۹ تک چھپا ہوا ہے۔ جس کی طباعت مطبع یوسفی لکھنؤ میں ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ میں ہوئی ہے۔ مولف نے جمادی الاخریٰ ۱۲۹۲ھ میں اس کو مکمل کیا تھا۔ اس میں جو مسائل زیر بحث آئے ہیں ان میں خاص خاص یہ ہیں : فارسی زبان میں اذان و اقامت کہنا ، فارسی میں نماز کے اندر قرآن پڑھنا ، فارسی میں تشہد اور دعائے قنوت پڑھنا ، فارسی میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا اور فارسی میں لکھا ہوا قرآن پشیر طہارت کے حوالہ سے چھوٹا وغیرہ۔ ہر مسئلہ کے تحت مولف نے پہلے فقہا و علماء کے اقوال درج کئے ہیں ، پھر اپنی تحقیق پیش کی ہے اور غلطی و نقلی دونوں قسم کے دلائل سے بحث کی ہے۔

## ۳ - الآیات البیِّنات علی وجود الأنبیاء فی الطبقات (اردو) :

رحمن کے تمام طبقات میں انبیاء کے وجود کے متعلق بعض علماء نے جو شبہات پیش کئے تھے مولانا نے اس رسالہ میں ان کا جواب دیا ہے۔ اس کی کچھ وضاحت علامہ "زجر الناس علی انکار اثباتہا" کے ذیل میں آئے آ رہی ہے۔ یہ رسالہ مولانا نے رمضان ۱۲۸۹ھ میں تالیف کیا تھا۔ اس کا ایک نقل نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۱۹۰/۱۰ پر موجود ہے جو چھوٹی قطع کے تیس صفحات پر مشتمل ہے۔

## ۴ - الأجوبة الفاصلة للأسئلة المشہرة الکاملة :

اس کتاب کی تالیف ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ دوغان میں کئی بار طبع ہوئی۔ پھر ۱۳۸۴ھ میں ایک شای عالم عبد القیوم ابو خدہ کی تحقیق

و تعلق کے ساتھ حلب سے شائع ہوئی۔ اس کا ذکر باب سوم کے حصہ " بعض طوائف  
حاضرین سے اختلاف " میں " محمد حسین لاہوری " کے تحت آچکا ہے۔

#### ۸۔ احکام النظرۃ فی احکام البسطة :

اس میں قسمہ کے متعلق مطرق مسائل جمع کئے گئے ہیں۔ مقدمہ  
میں بسم اللہ کے فضائل اور اس سے متعلق چند امور کا ذکر ہے۔ باب اول میں فقہاء  
کے ان اختلافات کا بیان ہے جو بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے سے متعلق ہیں۔ اور اس  
سلسلہ میں نو اقوال درج کئے گئے ہیں۔ باب دوم قسمہ سے متعلق بعض احکام پر  
مشتمل ہے۔ خاص طور پر وصو کے شروع میں اور نماز میں بسم اللہ پڑھنے کی بحث ہے۔  
اس کی تالیف صفر ۱۲۸۹ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۳۲۵ھ میں مطبع ہوسلی لکھنؤ سے  
طبع ہو کر شائع ہوئی جو مجموعۃ الرسائل النہائی کے آخر میں صفحہ ۲۱۷ سے صفحہ  
۲۸۰ تک شامل ہے۔

#### ۶۔ إفادة الخیر فی الاستعاذہ بسواہ للہ :

اس مختصر رسالہ کو مولف نے یکم ذی القعدہ ۱۲۸۶ھ کو ایک شخص  
میں لکھا تھا۔ اس کی تالیف کی وجہ یہ ہے کہ مولف سے بارہا سوال کیا گیا کہ دوسرے  
شخص کی سوا کہ کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے ہر بار اس کے جواز کا فتویٰ  
دیا۔ اس کے بعد اس کے متعلق جو آثار و اخبار مرقول ہیں ان کو انہوں نے اس رسالہ  
میں جمع کر دیا۔ سوا کہ کے ضمن میں دوسرے شخص کی کفلی اور ملانی کے استعمال  
کا ذکر بھی آگیا ہے۔ یہ رسالہ مجموعۃ الرسائل النہائی میں صفحہ ۱۲ سے صفحہ ۱۲

۵۔ شامل ہے جو ربیع الثانی ۱۲۲۸ ھ میں مطبع یوسلی لکھنؤ سے طبع ہو کر شائع ہوا ہے۔

#### ۷۔ الإفصاح عن شهادة المرأة فی الإرضاع :

ایک آدمی کے متعلق مولانا سے سوال کیا گیا کہ وہ ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن اس عورت کی مان کہتی ہے کہ اس نے اس آدمی کو دودھ پلایا ہے لہذا یہ نکاح درست نہ ہوگا اور اس کی اس بات پر کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ مولانا نے اس رسالہ میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس عورت کا قول معتبر نہ ہوگا اور مختلف احادیث اور فقہاء کے اقوال سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس رسالہ کی تالیف شوال ۱۲۸۶ ھ میں ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۵۵/۶۲ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

#### ۸۔ إقامة الحجة علی أن الإكثار فی التمسيد ليس ببدعة :

مولف کی ایک کتاب "مجموعة تحفة الطلبة" کے نام سے مطبع یوسلی لکھنؤ میں ۱۳۳۷ ھ میں طبع ہوئی ہے جس میں تین رسائل شامل ہیں۔ اس مجموعہ میں یہ رسالہ شروع سے ۳۲ صفحہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی تفصیل رقم ربیع الثانی ۲۹۱ میں ہوئی تھی۔ یہ رسالہ دو اصل دو مقصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اصل اول میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ محلہ ، قلعہ اور قلعہ قلعہ میں جو کام خود کیا یا ان کے زمانہ میں دوسرے لوگوں نے کوئی کام کیا اور اس پر انہوں نے کوئی نکتہ نہیں کی تو وہ کام بدعت نہیں ہے۔ اصل ثانی میں محلہ ، قلعہ اور قلعہ کے لوگوں میں تقریباً تیس ہفتے ایسے بزرگوں کا ذکر ہے جو عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ مشغول

رہے تھے۔ طبع اول اس بات کے اثناء میں ہے کہ بقدر طاقت و وسعت عبادت کی کثرت بدعت نہیں ہے۔ طبع ثانی میں بزرگوں کی ریاضت اور ان آثار کے درمیان مطابقت کی کوشش کی گئی ہے جن میں کثرت عبادت سے ممانعت کی گئی ہے۔ خاتمہ میں تراویح کے اندر ایک ہی رات میں پورا قرآن ختم کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

#### ۹۔ امام الکلام فی ما يتعلق بالقراۃ خلف الامام :

اس کی تالیف ربیع الآخر ۱۲۹۲ھ میں مکمل ہوئی اور مطبع مصطفائی میں اس کی طباعت ہوئی پھر مولف نے "غیت النعمان" کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا جب محرم ۱۳۰۲ھ میں لکھنؤ کے مطبع طوی میں دوبارہ اس کی طباعت مع حاشیہ کے ہوئی۔ اس مطبوعہ میں کل ۲۲۰ صفحات ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ باب اول میں قراۃ خلف الامام کے متعلق صحابہ اور بعد کے علماء و فقہاء کے اختلافات کا بیان ہے۔ باب دوم میں مختلف مذاہب کے دلائل کا ذکر ہے۔ باب سوم میں بعض مذاہب پر بعض کی ترجیح پیش کی گئی ہے اور خاتمہ نماز جنازہ میں قراۃ فاتحہ کی بحث پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مولف کی اہم ترین تالیفات میں سے ہے۔

#### ۱۰۔ الإیضاف فی حکم الاعتکاف :

یہ مختصر رسالہ "مجموعۃ الرسائل النقص" کے آخر میں شامل ہے جو مطبع ہوسلی لکھنؤ میں ذی الحجۃ ۱۳۲۷ھ میں طبع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ مولف کے ایک شاگرد مولوی محمد عبد الغفور رحمان پوری کا حاشیہ بھی چمکا ہوا ہے۔ جس کا نام "الإیضاف بمحشیۃ الإیضاف" ہے۔ مولف نے ۹ رمضان ۱۲۸۲ھ کو اس رسالہ کی تالیف سے فراغت پائی تھی۔ اس کے شروع میں مولف لکھتے ہیں کہ ۱۲۸۲ھ میں بعض فضلا سے اعتکاف کے مسئلہ میں میری بحث ہوگئی۔ اس وقت ہم میں سے ہر



ایک نے بشیر تحقیق کے جوہات ذہن میں آتی وہ کہدی - پھر میں نے تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا - اس رسالہ میں مولف نے ان مسائل پر اپنی تحقیق پیش کی ہے : کیا اعتکاف سنت ہے یا مستحب یا جائز - پھر وہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ اور سنت کفایہ ہے یا سنت عین وغیرہ -

## ۱۱ - حصہ البانی فی معرفۃ الآخر :

اس کا ذکر مولانا نے اپنی تصنیف مقدمہ السیاحہ کے صفحہ ۲۲ پر کیا ہے لیکن اس کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا - ظاہراً مولف اس کو مکمل نہیں کر سکے -

## ۱۲ - حصہ الأخبار فی احیاء سلف سید الأبرار :

یہ کتاب تین اصول اور ایک خانہ پر مشتمل ہے - اصل اول میں ان اخبار و آثار کا بیان ہے جن میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی افتدا کا ذکر آیا ہے - اصل دوم میں ان عارفوں سے بحث کی گئی ہے جن کو مختلف فقہاء نے سنت کی تصریف میں استعمال کیا ہے - اصل سوم میں ترک سنت مؤکدہ کا حکم تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے - اور خانہ تراویح سے متعلق ہے جس میں خاص طور پر تراویح کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے - اس کی تالیف ذی قعدہ ۱۲۸۸ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور ۱۳۲۵ھ میں مطبع یوسفی لکھنؤ سے یہ شائع ہوئی جو "مجموعۃ الرسائل الثمانيہ" میں صفحہ ۱۶۲ سے صفحہ ۲۱۶ تک شامل ہے - اس کا ذکر باب سوم کے حصہ "بعض طوائف معاصرین سے اختلافات" میں مولوی محمد بشیر سہسوائی کے ذیل میں آچکا ہے -

### ۱۳۔ تحفة اللغات فی تفاضل اللغات :

مولانا جب اپنی کتاب "آکام النفاہس" لکھ رہے تھے جو فارسی زبان سے متعلق فقہی احکام و مسائل پر مشتمل ہے، اسی وقت انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ اسی کے ساتھ وہ ایک دوسری کتاب بھی لکھیں گے جس میں عربی، فارسی، سہیلی، عبرانی اور ہندی وغیرہ زبانوں کے باہمی تفاضل و تقابلی کا بیان ہوگا اور اس کا یہ نام بھی انہوں نے رکھ دیا تھا لیکن وہ اسے مکمل نہیں کر سکے۔

### ۱۴۔ تحفة الطلبة فی تحقیق مع الرقبة :

یہ رسالہ "مجموعۃ تحفة الطلبة" مطبوعہ مطبع ہوسنی لکھنؤ ۱۳۳۷ھ میں شامل ہے اور آخر میں صفحہ ۵۵ سے صفحہ ۶۲ تک چھپا ہوا ہے۔ اس رسالہ کی تالیف یوم چہار شنبہ ۹ رجب ۱۲۸۷ھ کو ایک شخصیت میں عمل میں آئی تھی۔ اس کے شروع میں مولف نے لکھا ہے کہ ان سے وصو میں گردن کے معنی کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ سنت ہے یا مستحب یا عمل بد اور کیا اس کے بارے میں کوئی صحیح حدیث یا صریح اثر موجود ہے یا یہ محض مخترعات دین میں سے ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں کوئی اسے سنت کہتا ہے اور کوئی بدعت، بعض کے نزدیک یہ مستحب ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ۔ اس کے متعلق متعدد قولی اور فعلی حدیثیں وارد ہیں مگر ان کے اسانید ضعیف ہیں۔ اس کے بارے میں مستند مذہب یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اور جو حدیثیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں وہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس کی فضیلت کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔ اس کے بعد اس موضوع پر مولف نے یہ رسالہ تصنیف کیا۔

#### ۱۸ - تحفة الكلمة على حواشی تحفة الطلبة :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ وہ تعلیقات ہیں جو مولف نے اپنے رسالہ " تحفة الطلبة فی تحقیق مع الرتبة " میں مطروق مقامات پر درج کئے ہیں اور اصل رسالہ کے ساتھ یہ بھی جمع ہوئے ہیں ۔ یہ حواشی زیادہ تر ان مسائل و مباحث کی تشریحات ہیں جو رسالہ میں مذکور ہیں ۔ مولف نے ان کے اندر جہات اپنی طرف سے لکھی ہے اس کی تصریح کردی ہے اور جو دوسری کتابوں سے لی ہے اس کا حوالہ دیدیا ہے ۔ یہ حواشی بہت قیمتی اور مفید ہیں اور اس رسالہ سے ان کی مقدار کافی زیادہ ہے ۔

#### ۱۶ - تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء :

اس میں نماز کے لئے عورتوں کی جماعت کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور اس کی مشروعیت کے متعلق اخبار و آثار اور فقہاء کے مختلف اقوال کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ رسالہ مولانا نے محرم ۱۲۹۵ھ میں تالیف کیا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے فرنی محل کلکشن میں رقم ۲۵۴/ ۶۵ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے چودہ صفحات پر مشتمل ہے

#### ۱۷ - التحقيق العجیب فی القشوب :

یہ رسالہ رجب ۱۲۸۷ھ میں لکھا گیا ۔ پھر دومرتبہ اس کی تصحیحات بعض مصالح میں ہوئی اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مطبع ہوسلی لکھنؤ سے یہ طبع ہوا جو مجموعۃ الرسائل النمائ میں شروع سے صفحہ ۱۱ تک متوسط قطع پر چھپا ہوا ہے ۔

تقویم کے معنی میں ایک بار اعلان کے بعد دوبارہ اعلان کرنا یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانا ۔ اس رسالہ میں مولف نے شروع میں تقویم

کے لمبے معنی درج کئے ہیں۔ پھر اس کے اصطلاحی معنی کے متعلق فقہاء سے جو مختلف اقوال مرقول ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد عہد صحابہ سے متاخرین کے زمانہ تک تصویب کے جو طریقے رائج تھے اور اس کے متعلق فقہاء کی جو مختلف رائیں تھیں ان سب کا ذکر کیا ہے اور آخر میں بدعت کے اقسام بیان کئے ہیں۔

#### ۱۸۔ تدویر الملک فی حصول الجماعۃ بالجنّ والملك :

اس رسالہ کی تالیف ۱۲ محرم ۱۲۹۸ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں نماز کی جماعت میں جنوں اور فرشتوں کی شرکت کا بیان کیا ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول میں پہلے جنوں کی امامت کا پھر ان کی اقتدا کا ذکر ہے اور فصل دوم میں پہلے فرشتوں کی اقتداء کا اس کے بعد ان کی امامت کا تذکرہ ہے۔ اس رسالہ میں مذکورہ امور سے متعلق تمام اخبار و آثار کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ میں مطبع ہوسلی لکھنؤ میں یہ طبع ہوا اور مجموعۃ الرسائل الثماني میں صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۸ تک شامل ہے۔

#### ۱۹۔ ترویج الجنان بفسر حرم شرب الدخان :

یہ رسالہ "مجموعۃ الرسائل النقص" کے شروع میں ۲۸ صفحہ تک چھپا ہوا ہے جو بڑی قطع پر مطبع ہوسلی لکھنؤ میں ذی الحجۃ ۱۳۳۷ھ میں طبع ہوا ہے۔ مولانا نے ۲۵ رمضان ۱۲۹۲ھ کو اس کی تالیف سے فراغت پائی تھی۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں اس بات کی تفصیل ہے کہ تمباکو کا دھواں معنی حقہ بڑی سنگریٹ وغیرہ پینے کی ابتدا کب اور کس صی ہوئی اور اس سے کیا نفع و نقصان ہے۔ پہلے باب میں اس کی ممانعت اور اباحت سے متعلق فقہاء کی روایات درج ہیں۔ دوسرے باب میں ممانعت اور اباحت دونوں کے وجوہ و دلائل

مذکور ہیں - تفسیر باب میں روزہ کی حالت میں حقہ وغیرہ پینے کا حکم بیان کیا گیا ہے - جو تفسیر باب میں حلت و حرمت سے متعلق مختلف مفید باتوں کا ذکر ہے -  
 ہاتھوں میں تھاکو کا سقوط لینے اور اس کی زراعت وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور خانہ میں قہوہ پینے کا حکم درج کیا گیا ہے -

## ۲۰ - التعلیق علی القول الجازم :

مولانا نے اپنی تصنیف " القول الجازم فی سقوط الحد  
 بتکاح الحارم " پر خود یہ حاشیہ لکھا ہے - جو اصل کتاب میں بخط مولف درج ہے  
 اس میں زیادہ تر اشخاص کے تراجم ہیں اور کچھ الفاظ و مسائل کی تشریح بھی ہے -

## ۲۱ - التعلیق المجد علی موطا الامام محمد :

اس کی تکمیل شعبان ۱۲۹۵ھ میں ہوئی - یہ ایک نہایت  
 مفصل اور عمدہ حاشیہ ہے - اس کی مقدار اصل متن سے کئی گنا زیادہ ہے اور اس  
 میں خاص طور پر اختلاف مذاہب کو مع دلائل کے بیان کیا گیا ہے - یہ حاشیہ اس  
 قدر مقبول ہوا کہ اس کے بعد سے ہندوستان میں موطا امام محمد عام طور پر اس حاشیہ  
 کے ساتھ چھپی ہے - راقم کے پیش نظر وہ حاشیہ ہے جو موطا امام محمد کے ساتھ ۱۲۹۶ھ  
 میں مطبع مصطفائی لکھنؤ میں چھپا تھا -

## ۲۲ - جمع النور فی رد شر الدرر :

اس کی تالیف رجب ۱۲۹۸ھ میں اختتام پذیر ہوئی - پھر  
 ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ میں مطبع یوسفی لکھنؤ سے یہ طبع ہوئی - جو مجموعۃ الرسائل  
 الثمائی میں صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۵۸۱ء شامل ہے - اس کا ذکر باب سوم کے حصہ

" بعض طمانع ماصرین سے اختلاف " میں " مولوی زاحمد علی " کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

## ۲۳ - حاشیہ الجامع الصغیر :

امام محمد تقی صاحب " الجامع الصغیر " بہت مشہور اور معتبر کتاب ہے۔ مولانا عبدالحی نے ایک قدیم نسخہ سے اس کی تصحیح کی۔ پھر متعدد کتابوں سے مواد لیکر اس پر حاشیہ لکھا اور اس میں اپنی طرف سے بھی کچھ افادات کا اضافہ کیا۔ مولانا کا یہ حاشیہ " الجامع الصغیر " مطبوعہ مصطفائی ۱۲۹۱ھ کے ساتھ چھپا ہوا ہے۔

## ۲۴ - حاشیہ الحصن الحصین :

" الحصن الحصین من کلام سید المرسلین " شمس الدین محمد ابن الجزری کی ایک مشہور کتاب ہے جس میں ان تمام ادعیہ و اذکار کو جمع کر دیا گیا ہے جو حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں اور شروع میں دعا کی فضیلت اور اس کے آداب وغیرہ بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ اس کتاب پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔

## ۲۵ - الحاشیہ علی التوضیح و العلوی :

صدر الشریعہ عہد اللہ بن مسعود نے اصول فقہ میں پہلے ایک کتاب " تظہیر الاصول " تالیف کی۔ پھر اس کی شرح " التوضیح فی حل غوامض التظہیر " لکھی۔ اس کے بعد سعد الدین قفازانی نے بھی " تظہیر الاصول " کی ایک شرح " العلوی علی کشف حقائق التظہیر " کے نام سے لکھی۔ ان دونوں شرحوں کو

" التوضیح والطلوح " کے نام سے جمع کر دیا گیا ہے جو مدارس عربیہ میں رائج اور  
مداول ہے۔ اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔

## ۲۶۔ الحاشیہ علی الشریعۃ شرح السراجیۃ :

" الفرائض السراجیۃ " علم الفرائض کی ایک مشہور درسی کتاب  
ہے جو سراج الدین محمد سجاولدی کی تالیف ہے۔ اس کی ایک شرح سید شریف  
جرجانی نے لکھی ہے جو " الشریعہ " کے نام سے معروف ہے۔ اسی پر مولانا کا یہ  
حاشیہ ہے۔

## ۲۷۔ حاشیہ الہدایۃ :

مولانا عبدالحی کے والد مولوی عبدالحلیم نے متعدد کتابوں کی  
مدد سے ہدایۃ نصف اخیر پر ایک حاشیہ لکھا تھا جو ہدایہ کے ساتھ مختلف مطابع  
سے کئی بار شائع ہوا۔ پھر مولانا عبدالحی نے اس حاشیہ پر نظر ثانی کی اور کچھ  
حواشی کا اضافہ بھی کیا۔ یہ حاشیہ بھی ہدایہ کے ساتھ متعدد بار طبع ہوا ہے۔ راقم  
کے پیش نظر اس کا وہ نسخہ ہے جو ۱۳۳۲ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا ہے  
اس کے بعد مولانا نے ہدایہ : اول پر خود ایک حاشیہ لکھا۔

## ۲۸۔ حسن الولاۃ محلّ شرح الوقایۃ :

یہ شرح وقایہ کے نصف اول کی مختصر شرح ہے۔ جس زمانہ میں  
مولانا اپنے والد سے شرح وقایہ پڑھ رہے تھے۔ والد ماجد کے حکم سے مختلف مقامات  
کی شرح بھی لکھتے جاتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مولانا نے شرح وقایہ کی ایک  
مکمل شرح لکھنی شروع کر دی جو " السعیۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ " کے نام سے

معروف ہے -

## ۲۹ - خبر الخیر فی اذان خبر البشر :

یہ رسالہ مولانا نے اس وقت تحریر کیا جب ان سے بارہا یہ سوال کیا گیا کہ رسول اللہؐ نے کبھی اذان دی ہے کہ نہیں - اس میں مولانا نے دلائل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ نماز کے لئے رسول اللہؐ کا اذان دینا قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے - پھر اذان کے فضائل بیان کرنے کے بعد یہ لکھا کہ رسول اللہؐ کی مادہ شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کسی عمل کو اختیار فرماتے تو اس پر مواظبت فرماتے تھے لہذا اگر آپ اذان کو اختیار فرماتے تو رسالت و شریعت کے فرائض کو ادا کرنے میں خلل واقع ہوتا جو اذان سے زیادہ اہم اور افضل اعمال تھے - آخر میں مولانا نے اس قول کو راجح قرار دیا کہ امامت اذان سے زیادہ افضل ہے اور اذان کے ساتھ امامت اور بھی زیادہ افضل ہے - یہ رسالہ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۵ھ میں لکھا گیا اور "مجموعۃ الرسائل الست" میں صفحہ ۲۱ سے صفحہ ۲۸ تک شامل ہے جو مطبعہ موسیقی کلکشن میں ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوا ہے -

## ۳۰ - دافع للوسواس فی أثر ابن عباس (اردو) :

اس رسالہ میں مولانا نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ایک مخصوص اثر کی صحت نہایت کی ہے اور اس کے متعلق مختلف قسم کے شبہات کو دفع کیا ہے - اس اثر کا ذکر آگے "زجر الناس علی انکار أثر ابن عباس" کے تحت آ رہا ہے - اس رسالہ کی تالیف رمضان ۱۲۹۰ھ میں مکمل ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے لبریری میں کلکشن میں رقم ۱۸۲/۲ پر موجود ہے جو چھوٹی قطع کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے -



## ۲۱ - ردع الإخوان من محدّثات آخر جمعة رمضان :

یہ رسالہ " مجموعۃ الرسائل الخمس " میں صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۶۵ تک چھپا ہوا ہے جس کی طباعت ذی الحجۃ ۱۲۳۷ھ میں مطبع یوسفی لکھنؤ میں ہوئی ہے۔ مولف نے ۲۷ صفر ۱۲۹۷ھ کو اس کی تالیف مکمل کی تھی۔ اس کے شروع میں مولانا لکھتے ہیں کہ بعض لوگ رمضان کے آخری جمعہ کو کچھ ایسے اعمال کرتے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اور بعض ایسے امور کو انہوں نے واجب کر لیا ہے جو شرعاً واجب نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ ان امور کی حقیقت واضح کروں اور جائز و ناجائز کو انصاف کے ساتھ بیان کر دوں۔ پھر مولانا نے سب سے پہلے قضاہ صری کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو اگر کہ کوئی شخص چار رکعت نماز نفل ایسا مخصوص طریقہ سے پڑھ لے تو یہ نماز اس کی عمر پھر کی تمام قضا نمازوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد ایسا دوسری بدعت کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند مخصوص کلمات کو رمضان کے آخری جمعہ کو لکھ کر رکھنے سے جو ری وغیرہ تمام آفات سے حفاظت رہتی ہے۔ آخر میں اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کہتے، اس کے خطبہ میں فارسی و ہندی میں اشعار پڑھتے اور اس میں ماہ رمضان کے اختتام پر حسرت و افسوس کے اظہار کرتے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

## ۲۲ - الرسالة فی الأحادیث الموضوعة :

غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر " الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة " کے نام سے اہر آچکا ہے۔ کیونکہ مولانا جب کسی کتاب کی تالیف کرتے تو اس کا نام اسی وقت تجویز کر لیتے تھے اور اس نام سے اس کتاب کا ذکر بھی اپنی تصانیف میں کیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ اس نام کی ایسا کتاب لکھ رہے ہیں۔ لیکن کتاب کے مکمل ہو جانے کے بعد کبھی کبھی وہ اس کا نام بدلتے تھے۔

### ۳۳ - الرسالة فی النہی :

مکن ہے یہ وہی کتاب ہو جس کا ذکر " زجر الشہان  
والشیۃ من ارفکاب النہی " کے نام سے آگے آ رہا ہے ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ  
یہ کوئی دوسری مختصر کتاب ہو۔ کیونکہ مولانا کہتی کہی کسی موضوع پر لکھا پہلے  
کوئی مختصر رسالہ لکھتے تھے پھر کچھ عرصہ کے بعد اس موضوع پر ایک فصل کتاب  
لکھ دیتے تھے ۔ بہر حال یہ رسالہ کہیں نظر سے نہیں گزرا ۔

### ۳۴ - الرسالة فی صرفۃ الاوائل :

اس کا ذکر حسیۃ الفحول میں مولوی عبد الباقی نے صفحہ  
۴۱ پر کیا ہے لیکن اس کا بھی کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا ۔

### ۳۵ - رفع السقر عن کلمۃ إدخال الميت وجہہ فی القبر :

اس رسالہ میں میت کو قبر میں داخل کرنے کے مختلف طریقے  
بیان کئے گئے ہیں اور حنفیہ کے اس طریقہ کی تائید کی گئی ہے کہ میت کو قبر کے کنارے  
قبلہ کی جانب رکھا جائے پھر وہاں سے اٹھا کر قبر میں داخل کیا جائے ۔ اس کے بعد میت  
کو قبر میں رکھنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ میت کے منہ کو قبلہ  
کی طرف کرنا واجب ہے اور اس کو دانتیں کوٹ لگانا سنت ہے ۔ اس رسالہ کی تالیف سے  
ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ میں ترقیت ہوئی ۔ مجموعۃ الرسائل الست میں (صفحہ ۱۵۲) سے  
یہ شامل ہے جسکی طباعت مطبع ہوسنی لکھنؤ میں ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں ہوئی ہے ۔

### ۳۶ - الترفع والتکمیل فی الجرح والتعمیل :

اصول حدیث پر یہ نہایت جامع اور مختصر کتاب ہے ۔ ذی القعدہ  
۱۳۰۱ھ میں مولانا نے اس کی تالیف مکمل کی ۔ هندوستان میں کئی بار اس کی اشاعت

ہوئی۔ پھر ۱۲۸۳ھ میں ایک شاہی عالم عبد اللہ اللہ ابو غدہ کی تحقیق و تحقیق کے ساتھ طلب سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۲۸۸ھ میں وہیں سے اس کا دوسرا ایڈیشن نکلا۔

### ۳۷۔ زجر ارباب الہیان عن شرب الدخان :

یہ مختصر رسالہ مولانا نے ۱۲۸۴ھ میں لکھا تھا۔ پھر جب ۱۲۹۲ھ میں اس موضوع پر ایک دوسرا رسالہ "ترویج الجنان بشریح حکم شرب الدخان" کے نام سے تالیف کیا تو اس رسالہ کو "ترویج الجنان" کے قصبے باب میں شامل کر دیا۔ چنانچہ اسی حقیقت سے ترویج الجنان میں صفحہ ۲۱ سے صفحہ ۳۷ جہاں ہوا ہے۔ اس کی وجہ تالیف مولف کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ بعض لوگ روزہ کی حالت میں حقہ وغیرہ پیتے کو جائز قرار دیتے ہیں تو ان لوگوں کی غفلت و جہالت پر ان کو متعجب ہوا پھر اس مسئلہ کی توضیح کے لئے انہوں نے یہ رسالہ تالیف کیا۔ جو دو مقصد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقصد اول میں روزہ کی حالت میں حقہ وغیرہ پینے سے روزہ کی قضا کے وجوب کا بیان ہے اور مقصد ثانی میں اس بات سے کفارہ واجب ہونے کا ذکر ہے اور خاتمہ میں حقہ وغیرہ پینے کے کبہ عام احکام بیان کئے گئے ہیں۔

### ۳۸۔ زجر الشہان والشیخۃ عن ارتکاب الفحیۃ (اردو) :

اس رسالہ میں عیبت کی پرانیان بیان کی گئی ہیں اس کے ایک حصہ میں عیبت کرنے اور دوسرے حصہ میں عیبت ماننے اور مجلس عیبت میں شریک ہونے کا ذکر ہے۔ عیبت کی بعض جائز صورتیں بھی درج کی گئی ہیں اور بہت سے دوسرے مسائل مذکور ہیں۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۳ھ میں یہ رسالہ لکھا گیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لبریری محل کلکشن نمبر ۱۱۱ میں

رقم ۱۸۹/۹ پر موجود ہے جو جھوٹی قطع کے ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۶۔ زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس :

یہ رسالہ "مجموعۃ الرسائل الخمس" میں صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۱۱۸ تک شامل ہے جو مطبع یوسفی لکھنؤ میں ذی الحجۃ ۱۳۳۷ھ میں طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ کو مولف نے مکہ معظمہ میں ۲۷ ذی القعدہ ۱۲۹۲ھ کو مکمل کیا تھا۔

یہ رسالہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے ایک اثر کی تحقیق پر مشتمل ہے جو سورہ طلاق کی اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے : اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض ملحق۔ (اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثل زمین بھی) ابن عباس کے اثر کے الفاظ اس طرح ہیں : سبع ارضیں فی کل ارض فی کلکم و آدم کا دم و نوح کا نوح و ابراہیم کا ابراہیم و عیسیٰ کبھی۔ (یعنی سات زمینیں بھی پیدا کیں۔ ہر زمین میں تمہارے ہی جیسے ایک ہی ہیں اور تمہاری آدم جیسے آدم اور نوح جیسے نوح اور ابراہیم جیسے ابراہیم اور عیسیٰ جیسے عیسیٰ)

اس اثر کو بعض علماء نے صحیف اور موضوع قرار دیا ہے، بعض نے اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے اور بعض نے کچھ دوسرے پہلو سے اس پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن مولف اس کو صحیح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس سے قبل اردو میں انہوں نے دو رسالے لکھے تھے۔ ایک "الآیات البہیات علی وجود الایمان فی الطبقات" اور دوسرا "دافع التوساں فی اثر ابن عباس" کے نام سے معروف ہے۔ پھر یہ رسالہ انہوں نے عربی میں لکھا جس میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں اس اثر کے اسناد اور راہوں سے متعلق جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب دیا ہے اور دوسرا باب اس کے معنی کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ غرض مولف نے سند، متن، لفظ اور معنی ہر اعتبار سے اس اثر کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

## ۲۰ - سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر :

مولانا سے سوال کیا گیا تھا کہ ذکر میں جہر جائز ہے یا نہیں آپ نے اس کا جواب دیدیا۔ اس کے بعد اس موضوع پر یہ کتاب تالیف کی جو ایک مقدمہ اور دو ابواب پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں جہر اور ستر کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ باب اول میں فقہانے خطبہ کے اقوال کو جمع کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ ستر بہر حال جہر سے افضل ہے اور جہر مطرط منوع ہے لیکن جہر غیر مطرط جائز ہے۔ باب دوم میں ان مواقع کا ذکر کیا گیا ہے جہاں جہر مشروع ہے مثلاً اذان، اقامت، قرائت قرآن، کھیرات صلوٰۃ اور خطبہ وغیرہ۔ یہ کتاب ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ میں اختتام پذیر ہوئی اور مجموعۃ الرسائل الست میں صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۸۱ تک یہ شامل ہے جس کی طباعت ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں مطبع ہوسلی لکھنؤ میں ہوئی ہے۔

## ۲۱ - السعیۃ فی کشف ما فی شرح الوقایہ :

یہ شرح وقایہ کی نہایت مکمل و مدلل شرح ہے۔ اس میں مولانا نے ہر مسئلہ کے متعلق صحابہ و تابعین اور فقہا وائمہ مجتہدین کے اقوال کو جمع کر دیا ہے اور ان کے ظنی و نقلی دلائل سے بڑے شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس کی تالیف مولانا نے ۱۲۸۷ھ میں شروع کی تھی۔ اس کی صرف پہلی جلد ۱۳۰۷ھ میں مطبع مصطفائی سے شائع ہوئی ہے جو بڑی قطع میں ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شروع سے "باب المصیح علی الخطن" کے ابتدائی حصہ تک کی شرح ہے۔ کچھ اور مکتوب ابواب مثلاً باب الآذان، باب شروط الصلوٰۃ اور باب صلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ کی شرح بھی مولانا لکھ چکے تھے اور یہ سلسلہ جاری تھا کہ اچانک ان کی وفات ہو گئی اور یہ عظیم الشان کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

۲ ۲۲ — السنن المشکور فی ردّ المفہم المائید ( اردو ) :

اس کی تالیف شوال ۱۲۹۳ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں موجود ہے۔ جو متوسط قطع کے ۲۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا تذکرہ باب سوم کے حصہ " بعض طوائف معاصرین سے اختلافات " میں " مولوی محمد بشیر سہسوانی " کے تحت کیا جا چکا ہے ۔

۲۳ - ظفر الامانی فی شرح مختصر الحجرجانی :

مختصر الحجرجانی اصول حدیث کی کتب ہے اور سید شریف الحجرجانی کی تصنیف ہے اس کی شرح مولانا نے ظفر الامانی کے نام سے ۱۲۸۵ھ میں لکھی شروع کی تھی لیکن بعض موافق کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا ۔ بالآخر اپنی وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل ۱۲ صفر ۱۳۰۴ھ کو انہوں نے اس کی تکمیل فرمادی ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۱۰۷ / ۱۳۸ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۲۲۷ صفحات پر مشتمل ہے ۔

۲۴ - ظفر الأظہار علی حواشی غایۃ المقال :

یہ مولانا کی تالیف " غایۃ المقال فیما یعلق بالمقال " کے حواشی کا مجموعہ ہے ۔ ان میں سے بعض حواشی ان اشخاص کے مختصر تراجم پر مشتمل ہیں جن کا ذکر غایۃ المقال میں آیا ہے اور کچھ حواشی بعض مسائل کی توضیحات سے متعلق ہیں ۔

رجب ۱۳۰۳ھ میں اسے مولانا نے لکھا تھا ۔ غایۃ المقال مطبوعہ مطبع ہوسلی لکھنؤ ۱۳۲۵ھ کے حاشیہ پر یہ چھپا ہوا ہے ۔

## ۲۵ - عدة الرعاية فى حل شرى الوقایة :

یہ شرى وقایہ کا حاشیہ ہے جو کافى ضخیم اور مفصل ہے۔ اس کی ضخامت اصل متن سے کئی گنا زائد ہے۔ اس میں ائمہ احناف کے اختلافات اور کتب وسنت اور آثار صحابہ سے احکام فقہ کے دلائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مدارس عربیہ میں یہ حاشیہ رائج اور مقداول ہے۔ جلد اول کا حاشیہ جمادى الاخرى ۱۳۰۰ ھ میں اور جلد ثانی کا شوال ۱۳۰۲ ھ میں مکمل ہوا تھا۔ مختلف مطابع سے متعدد بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ راقم کے پیش نظر وہ نسخہ ہے جو مطبع موسیٰ لکھنؤ میں ۱۳۲۴ ھ میں چھپا تھا۔

## ۲۶ - عدة النصاب فى ترک القبايح ( اردو ) :

مولوی عبد الباقى نے اس مصنف کا ذکر حسرة الفحول کے صفحہ ۲۱ پر کیا ہے لیکن اس کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

## ۲۷ - غایۃ المقال فيما يتعلق بالصالح :

اس کتاب میں جوفا پہنچنے کے آداب اور اس سے متعلق مختلف مسائل کا بیان ہے۔ اس کا مقدمہ لفظ نعل کی تحقیق اور اس کی تذکیر و تائید کے بیان پر مشتمل ہے۔ باب اول کی مختلف فصلوں میں نعال سے متعلق بہت سے فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً جوفا پہن کر وضو کرنا، اس پر مسح کرنا، جوفا پہننے ہوئے مسجد میں داخل ہونا اور نماز پڑھنا اور جوفا پہن کر بیت اللہ کا طواف کرنا وغیرہ۔ باب دوم میں آنحضرتؐ کے نعل مبارک کے صفات وغیرہ کا بیان ہے۔ شعبان ۱۲۸۶ ھ میں اس کتاب کی قالیف مکمل ہوئی پھر مختلف مطابع میں متعدد بار اس کی طباعت ہوئی۔

اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مطبع موسیٰ لکھنؤ میں یہ طبع ہوئی جو مجموعہ الرسائل النصابی میں صفحہ ۹۷ سے صفحہ ۱۶۲ تک شامل ہے۔

## ۲۸۔ غیت النعام علی حواشی امام الکلام :

اس حاشیہ کی تکمیل جمادی الاخریٰ ۱۳۰۲ھ میں ہوئی پہلے اس کا نام مولف نے "معلق الفوائد المظام علی حواشی امام الکلام" رکھا تھا چنانچہ اس نام سے "مقدمہ مدد الرحمان" میں اس کا ذکر بھی کیا ہے لیکن پھر اس کا نام غیت النعام رکھ دیا۔ امام الکلام مطبوعہ مطبع طوی لکھنؤ ۱۳۰۲ھ کے حاشیہ پر یہ چھپا ہوا ہے۔

اس کے شروع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "امام الکلام" کے بعض مندرجات سے کچھ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے اور ظاہراً انہوں نے کچھ اعتراضات بھی کئے تھے۔ اس لئے مولف نے ان کی توضیح کے لئے یہ حاشیہ لکھا۔ اس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ حاشیہ اس موضوع پر لکھی گئی بہت سی کتابوں پر بھاری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حاشیہ نہایت اہم ہے اس کی بعض تعلیقات پانچ چھ صفحات کے مسلسل پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ مولف کی زندگی کے آخری زمانہ کی تالیف ہے اس میں انہوں نے اپنی بہت سی تعلیقات کا جائزہ حوالہ دیا ہے اور نواب صدیق حسن خان اور دیگر علماء کے مسامحات کا بار بار ذکر کیا ہے اس کے علاوہ امام ابو حنیفہ کی طبیعت اور فلقہ پر جو اعتراضات ہیں ان کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔

## ۲۹۔ اللہ الدّوّار فی رؤیة الحلال بالنعار :

۲۹ رمضان ۱۲۹۴ھ کو لکھنؤ میں آسمان پر آلود ہوا اور چاند نظر نہیں آیا۔ پھر ۳۰ رمضان کو ظہر کے بعد ہی نظر آگیا تو لوگوں نے اسے کرشمہ دن کا چاند سمجھ کر روزہ توڑ دیا۔ اس رسالہ میں مولانا نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر غروب سے



قبل دن میں جانہ نظر آجائے تو اسے گزشتہ دن کا جانہ تسلیم نہ کیا جائیگا جب کہ شہادت کے ذریعہ گزشتہ دن کی رویت ثابت نہ ہو۔ اس رسالہ کی تالیف شوال ۱۲۹۵ھ میں ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھیری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۵۱/۵۹ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۰۔ الفکر المشعرون فیما یعلق بہا قطع المرحمن بالمرہون :

رہن رکھنے والا شی مرہون سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں ائمہ کے اختلافات اور فقہانے احناف کے اقوال اس رسالہ میں درج ہیں۔ کسی کے نزدیک جائز ہے اور کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور بعض کچھ شرطوں کے ساتھ جائز کہتے ہیں۔ یہ رسالہ مولانا نعذی المقدہ ۱۲۹۵ھ میں تالیف کیا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لاٹھیری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۴۹/۵۷ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۱۔ قوت المقدہ بن یقظ المقدہ بن :

یہ رسالہ شمار میں مقدہ بن کے اپنے امام کو مقدمہ دینے سے تعلق ہے۔ اس موضوع پر اس سے قبل ایک مختصر رسالہ "القول الاشراف فی القبح عن المصحف" کے نام سے مولانا لکھ چکے تھے۔ پھر شعبان ۱۲۸۶ھ میں اس موضوع پر انہوں نے یہ دوسرا رسالہ مزید تحقیق و تفحص کے ساتھ تالیف کیا۔

۵۲۔ القول الاشراف فی القبح عن المصحف :

مولانا جب حیدرآباد پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ رمضان میں جب امام تراویح میں قرآن پڑھتا ہے تو مقدی اپنے سامنے قرآن

شریف رکھ لیے ہیں ۔ اور جب امام بھولنا ہے تو مقدس قرآن شریف دیکھ کر اسے لقمہ دیتے ہیں ۔ بعض لوگوں نے اس کے معلق مولانا سے سواں کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سچے لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ پھر اس موضوع پر مولانا نے رمضان ۱۲۸۴ ھ میں یہ رسالہ تصنیف کیا جو ۱۲۸۶ ھ میں مطبع ظوی لکھنؤ سے شائع ہوا ۔ یہ بڑی قطع پر کل پانچ صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے ۔

#### ۵۳ - القول الجازم فی سقوط الحد بفتح الحارم :

اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم کے ساتھ نکاح کر لے تو بعض ائمہ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائیگی لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد جاری نہ ہوگی بلکہ قصہ کی جائیگی ۔ غرض اس کتاب میں اس مسئلہ کے معلق فقہاء کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں اور مذہب حنفیہ کی تفصیل و توضیح بہت کی گئی ہے ۔ اس کی تالیف رجب ۱۲۹۸ ھ میں ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاہوری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنی محل کلکشن میں رقم ۲۴۸/۵۶ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے ۔

#### ۵۴ - القول المنثور علی القول المنشور :

یہ مولانا کے رسالہ " القول المنشور فی ہلال خیر الشہور " کا حاشیہ ہے ۔ جس میں کچھ اشخاص کے منقصر تراجم ہیں اور بعض الفاظ و مسائل کی تشریح ہے اسے مولانا نے نصاب ۱۲۹۲ ھ میں تالیف کیا تھا ۔ یہ حاشیہ بھی بخط مولف " القول المنشور " کے مخطوطہ میں درج ہے ۔

## ۵۵۔ القول المشور فی <sup>هلال</sup> خیر الشهور :

اس میں مولانا نے یہ لکھا ہے کہ رویت کے ساتھ میں اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ نجوم و ہیئت کے حساب کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ اس طرح عوام میں جو یاقین اس بارے میں مشہور ہیں مثلاً یہ کہ رجب کا جو عہد دن رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے۔ یہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ اس کے علاوہ ہلال کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا بھی کوئی اعتبار نہ کیا جائیگا۔ اس رسالہ کی تالیف رمضان ۱۲۸۴ھ میں ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۵۲/۶۰ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

## ۵۶۔ الکلام الجلیل فیما يتعلق بالمندیل :

اس رسالہ میں رومال کے استعمال کے مختلف طریقے اور ان کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور احادیث اور فقہاء کے اقوال سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۵۸/۶۶ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

## ۵۷۔ الکلام الحرم فی فض القول المحکم (اردو) :

یہ رسالہ ۱۲۸۰ھ میں لکھا گیا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۱۸۱/۱ پر موجود ہے جو بخط مولف ہے اور متوسط قطع کے چھبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر اس سے

قبل باب سوم کے حصہ " بعض طمانع ہمارے سے اخلاقات " میں "مولوی محمد بشیر سہسوائی" کے تحت آچکا ہے۔

۵۸۔ الکلام الصریح فی ردّ القول المنصور ( اردو ) :

اس کی تالیف جمادی الاخری ۱۲۹۰ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کاشن میں رقم ۱۸۱/۱ پر موجود ہے جو متوسط قطع کے چھپا سی صفحات پر مشتمل ہے۔ باب سوم کے حصہ بعض "طمانع ہمارے سے اخلاقات" میں "مولوی محمد بشیر سہسوائی" کے تحت اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

۵۹۔ اللطائف المستحسنة بجمع خطب شعور السنة :

یہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں کا مجموعہ ہے۔ سال کے ہر مہینہ کے لئے پانچ خطبے اور ہر مہینہ ماہ کے خطبوں کے بعد ایک نیا خطبہ نایاب درج کیا گیا ہے۔ ہر خطبہ میں مہینہ کی مناسبت سے احکام و فضائل کے متعلق آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ مذکور ہیں۔ جمادی الاخری ۱۳۰۳ھ میں اس کی تالیف مکمل ہوئی اور شعبان ۱۳۰۳ھ میں مطبع احمدی سے یہ شائع ہوا۔

۶۰۔ مجموعۃ الفتاوی :

مولانا کے فتاوی کا یہ مجموعہ چوتھی بار ۱۳۱۲ھ میں مطبع ہوسلی لکھنؤ سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ یہ فتاوی فقہ کے گھرے تمام ابواب سے متعلق ہیں۔ اکثر فتاوی کی زبان اردو ہے لیکن کچھ فارسی میں ہیں اور جلد عربی میں بھی

ہیں ۔ استغناء میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اس میں اس کا جواب دیا گیا ہے ۔

#### ۶۱ ۔ نخبۃ الأقطار علی صحنۃ الأخبار :

یہ ان حواشی کا نام ہے جو مولانا نے اپنی کتاب " صحنۃ الأخبار فی احیاء سلفہ سید الابرار " پر لکھے ہیں ۔ صحنۃ الأخبار کی تالیف ۱۲۸۸ ھ میں مکمل ہوئی تھی اور یہ حاشیہ رجب ۱۲۹۲ ھ میں لکھا گیا ۔ صحنۃ الأخبار میں جن اشخاص کتب اور احادیث کا ذکر آیا ہے ۔ انہیں کے متعلق کچھ تفصیلات و تحقیقات ان حواشی میں درج ہیں اور یہ " صحنۃ الأخبار " کے ساتھ ہی چھپے ہوئے ہیں ۔

#### ۶۲ ۔ نزهة الفكر فی سبحة الذکر :

یہ رسالہ " مجموعۃ صحنۃ الطلبة " میں صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۸۴ تک چھپا ہوا ہے جس کی طباعت ذی الحجۃ ۱۳۳۷ ھ میں مطبع یوسفی لکھنؤ میں ہوئی ہے ۔ مولانا نے اس کی تالیف جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ ھ میں مکمل کی تھی اور اس کا لقب " مدیۃ الابرار فی سبحة الأذکار " رکھا تھا ۔ اس کی وجہ تالیف حسب تحریر مولف یہ ہے کہ ان سے متعدد بار یہ دریافت کیا گیا کہ تسبیح کے دانوں پر اوراد و وظائف کا پڑھنا سنت ہے یا بدعت ۔ مولف نے ہر بار یہی جواب دیا کہ وظائف کے لئے تسبیح کا استعمال جائز ہے اور اس کی اصل سنت میں موجود ہے ۔ پھر بعد میں اس موضوع پر انہوں نے یہ رسالہ تالیف کیا ۔ جس میں ایک مقدمہ ، دس فصلیں اور ایک خاتمہ ہے ۔ مقدمہ میں توسیع کے معانی لغت کی مختلف کتابوں سے نقل کر کے دیئے گئے ہیں اس کے بعد فصول کے اندر حدیث و فقہ کی کتابوں سے مختلف موضوعات پر بہت اہم مواد جمع کیا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر پہلی فصل میں ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن کے اندر انگلیوں ، کتکلیوں

اور کھلمون پر شمار کرنے کا ذکر آیا ہے ۔ جو بعض فصل میں اس بات کا بیان ہے کہ  
صبح کا استعمال صحابہ کے زمانے میں بھی موجود تھا لیکن اس زمانہ میں قلعے میں  
نہ لگا کر صبح بتائی جاتی تھی اور ساتویں صبح میں صبح رکھنے کے فوائد بیان  
کئے گئے ہیں ۔ خاتمہ میں مطلق باتوں کا ذکر ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ صبح  
میں ریشم کے قلعے کا استعمال جائز ہے ۔

## ۶۲ - النسخة بمحشاة الفزقة :

یہ ان حواشی کا نام ہے جو مولف نے اپنے رسالہ " تریفة الفکر  
فی سبحة الذکر " پر جا بجا لکھے ہیں اور یہ حواشی بھی مذکورہ رسالہ کے ساتھ چھپی  
ہوئی ہیں ۔ ان حواشی میں زیادہ تر ان اشخاص و اعلام کے تراجم ہیں جن کا ذکر  
رسالہ میں مختلف مقامات پر آیا ہے اور یہ سب تذکرہ و سوانح کی مہمات کتب سے ماخوذ  
ہیں جنکا حوالہ خود مولف نے دیدیا ہے ۔ یہ حاشیہ رجب ۱۲۹۲ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا

## ۶۳ - طبع المطبى والسائل بجمع للا مفرقات المسائل :

اس کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت فقہ کے فقہاء پانچ سو  
چوبیس مسائل کو استفسار و استبصار یعنی سوال و جواب کے انداز پر جمع کیا گیا ہے ۔ انصافیت  
احادیث نبویہ ، کتب فقہیہ ، اقوال فقہاء اور فتاویٰ وغیرہ کے حوالہ بھی درج کئے گئے ہیں  
مولوی عبد الباقی " حیرة اللحوول " میں لکھتے ہیں کہ آج تک ایسی کوئی کتاب نہ اس سے  
پہلے تصنیف کی گئی اور نہ اس کے بعد ۔ ذی الحجۃ ۱۲۸۷ھ میں اس کی تالیف مکمل ہوئی  
اور شوال ۱۳۲۳ھ میں اس کی طباعت مطبع ہوسلی لکھنؤ میں ہوئی جو متوسط قطع میں  
۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔

۶۵ - ہدایۃ القاعدین الی فتح القاعدین (اردو) :

یہ رسالہ تارمین امام کو لقمہ دینے سے متعلق ہے۔ اس موضوع پر اس سے قبل مولانا دورسالے "القول الأشرف فی اللغح عن المصحف" اور "قوت القاعدین بفتح القاعدین" عربی میں تالیف کرچے تھے۔ پھر اس موضوع پر رمضان ۱۲۸۶ھ میں یہ تیسرا رسالہ انہوں نے اردو میں لکھا تاکہ ہر خاص و عام اس مسئلہ کے تمام احکام کو آسانی سے سمجھ سکے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی غلطی کڑہ کے ٹورکی محل کلکشن میں رقم ۱۸۱/۱ پر موجود ہے جو متوسط قطع کے پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۶ - المسححة بفتح الموحدة بالقاعدة :

حنفیہ کے نزدیک تار کی حالت میں قہقہہ سے تار ناسد ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وصو بھی فوت جاتا ہے۔ اس مسئلہ میں کچھ لوگوں کے درمیان بحث ہوئی تو مولانا نے یہ رسالہ تالیف کیا۔ یہ ایک مقدمہ دو مقدمہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں ضحکہ کے حدود و اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ مقدمہ اول میں مختلف صحابہ و ائمہ کے اقوال مع ان کے دلائل کے مذکور ہیں۔ مقدمہ ثانی میں اصناف کے مسئلہ کے مطابق قہقہہ سے وضو فوٹنے کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ اور خاتمہ قسم، ضحکہ اور قہقہہ وغیرہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۸ھ میں یہ تالیف مکمل ہوئی۔ مجموعۃ الرسائل الست کے شروع میں صفحہ ۳۰ پر شامل ہے جس کی طبع و مطبع ہوسلی لکھنؤ میں ربیع الاول ۱۳۲۰ھ میں ہوئی ہے۔

\*\*\*\*\*

۶۷ - (۱) - الا، فادۃ الخطیۃ فی محبت نسۃ سبع شمیرۃ :

یہ کتاب موسیٰ رومی کی مشہور قدیم درسی کتاب " شیخ جہنم " کی ایک نہایت ضیق اور پیچیدہ بحث سے تعلق ہے۔ مولانا نے بعض طلبہ کے اصرار پر صفر ۱۲۹۰ھ میں اس کی تالیف کی اور اس بحث کے اشکالات کو بڑی خوبی کے ساتھ حل فرمادیا۔ ۱۳۲۶ھ میں مطبع مجتہبی دہلی سے بڑی قطع پر اس کی اشاعت ہوئی جو تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۸ - (۲) - تعلق الحمائل علی تعلق السید الزاهد المعلق بشیخ الحمائل :

حمائل النور شیخ شہاب الدین بھی سہروردی مقلد کی ایک مشہور تصنیف ہے۔ اس کی شرح محقق جلال الدین دوانی نے لکھی ہے پھر اس شرح پر مجدد علمائے حواشی لکھے ہیں۔ میرزا محمد ہروی نے بھی اس پر ایک حاشیہ لکھا ہے۔ اسی حاشیہ پر مولانا کی یہ تعلق ہے جو مکمل نہیں ہو سکی۔

۶۹ - (۳) - التعلق المصیب لحل حاشیۃ الجلال علی منطق القہد باب :

منطق القہد باب کی جوشن محقق جلال الدین دوانی نے تالیف کی ہے۔ اس پر مولانا نے ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ میں یہ تعلق لکھی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنیچر محل کلکشن میں رقم ۱۱۸۶/ پر موجود ہے جو چھوٹی قطع کے ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔



۴۰۔ (۴)۔ التعليق النفیس علی خطبہ شرح الموجز للنفیس :

طب کی مشہور کتاب " نفیس " کا حاشیہ مولانا کے والد نے لکھنا شروع کیا تھا لیکن وہ اسے مکمل نہ کر سکے تو مولانا نے اس کی تکمیل فرمائی۔ جیسا کہ " کلمۃ حل النفیس " کے تحت آگے اس کا ذکر آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے والد " نفیس " کے دیباچہ کا بھی حاشیہ نہیں سکے تھے اس دیباچہ پر مولانا کی یہ تملیق ہے۔

۴۱۔ (۵)۔ کلمۃ حل النفیس :

طب کی مشہور کتاب موجز القانون کی سن " نفیس " جو محقق برہان الدین نفیس کی تصنیف ہے اس پر مولانا عبد الحی کے والد نے حل النفیس کے نام سے ایک حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا لیکن اس کی تکمیل سے قبل ان کی وفات ہو گئی۔ تو مولانا نے یہ کلمہ لکھ کر رمضان ۱۲۸۸ ھ میں اسکو مکمل کیا جو " حل النفیس " کے آخر میں ملحق ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فزکس محل کلکشن رقم ۶۰۴/۰۵ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے تھمرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ (۶)۔ الحاشیۃ علی بدیع المیزان :-

سید شریف جرجانی کی کتاب " میزان المطلق " کی شرح عبداللہ ابن العداد المصنای نے " بدیع المیزان " کے نام سے لکھی ہے۔ اس پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے لیکن یہ مکمل نہیں ہو سکا۔

۴۳۔ (۷)۔ الحاشیہ علی حواشی الخیالی علی شرح العقائد :

شیخ نجم الدین عمر النسفی کی کتاب " العقائد النسفیہ " کی شرح سعد الدین قفازانی نے لکھی۔ پھر اس شرح پر شیخ احمد بن موسی الخیالی

یہ حواشی لکھے - انہیں حواشی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے -

۷۲ - (۸) - الحاشیة على حواشی الزاهد على شرح المؤلف :

سید شریف جرجانی کی "شرح المؤلف" پر میرزا زاهد ہروی نے جو حواشی لکھے ہیں - انہیں پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے -

۷۸ - (۹) - الحاشیة على حواشی الزاهد على القطب :

علامہ قطب الدین رازی کی مشہور کتاب "الرسالة القطبية" پر میرزا زاهد ہروی نے جو حواشی لکھے ہیں ، انہیں پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے -

۷۶ - (۱۰) - الحاشیة على شرح العقد بن عبد الله الهزدي :

علامہ سعد الدین طغزاری کی مشہور کتاب "عقد بن المطلق" کی جو شرح عبد اللہ الہزوی نے لکھی ہے - اسی پر مولانا نے یہ حاشیہ لکھا -

۷۷ - (۱۱) - الحاشیة على شرح الصدر الشیرازی لهداية الحکمة :

"هداية الحکمة" شیخ اکبر الدین الاپہری کی ایک مشہور تصنیف ہے اس کی شرح صدر الدین محمد بن ابراہیم شیرازی نے لکھی ہے جو صدر اکبر نام سے معروف ہے اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے -

۷۸ - (۱۲) - الحاشیہ علی شرح العقائد الفسفیة :

شیخ نجم الدین عمر النسلی کی کتاب " العقائد الفسفیة " کی جوشی محمد الدین ظفارانی نے لکھی ہے۔ اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔

۷۹ - (۱۳) - الحاشیہ علی شرح ملا جلال لکتاب فہدیب المنطق :

ملا جلال الدین دہلوی کی شرح فہدیب پر مولف نے یہ حاشیہ لکھا ہے۔ ملا جلال کی یہ شرح مولف کے حاشیہ کے ساتھ ۱۲۸۱ ھ میں الفضل المطالع میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں مولف کے حاشیہ کے علاوہ دیگر علماء کے حواشی بھی جمع ہوئے ہیں۔

۸۰ - (۱۴) - الحاشیہ علی شرح المواقف :

المواقف فی علم الکلام " قاضی محمد الدین عبد الرحمن الأیجی کی ایک اہم تصنیف ہے۔ اس کی شرح سید شریف جرجانی نے لکھی ہے اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔

۸۱ - (۱۵) - الحاشیہ علی شرح المیزب لحدایة الحکمة :

شیخ فخر الدین الأیہری کی کتاب " ہدایة الحکمة " کی جوشی حسین بن حسین الدین المیزب نے لکھی ہے۔ اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔

۸۲ - (۱۶) - الحاشیہ علی حاشیة الزاہد علی شرح الفہدیب للدہلوی :

مولانا کا یہ حاشیہ میرزاہد مروی کے اس حاشیہ پر ہے جو اس نے ملا جلال الدین دہلوی کی شرح فہدیب پر لکھا ہے۔ لہذا میرزاہد کا یہ حاشیہ مولانا

کے صحیح و عمدہ کے ساتھ مطبع نجم العلوم لکھنؤ میں طبع ہوا ہے ۔ اس میں مولانا کے حاشیہ کے ساتھ متعدد دیگر طباعت کے حواشی بھی موجود ہیں ۔

۸۳ - ( ۱۷ ) - الحاشیہ علی الشمس البازقة :

” الحکمة البازقة ” کی جوشن ملا محمود جونپوری نے ” الشمس البازقة ” کے نام سے لکھی ہے ۔ اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے ۔

۸۴ - ( ۱۸ ) - حل المطلق فی بحث المجهول المطلق :

مطلق کی مشہور کتاب ” سلم العلوم ” جو صاحب اللہ بہاری کی تصنیف ہے اس میں ایک نہایت مشکل بحث مجهول مطلق کی ہے ۔ اس کو مولانا نے اس میں حل کیا ہے ۔ رجب ۱۲۸۶ھ میں مولانا نے اس کی تالیف سے فراغت پائی ۔ مطبع نظامی کانپور میں ۱۳۰۱ھ میں یہ طبع ہوئی ۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے عربی سیکشن میں موجود ہے جو بڑی قطع کے ہیں صفحات پر مشتمل ہے ۔

۸۵ - ( ۱۹ ) - دفع الکلال عن طلاب تعلقات الکمال :

محقق جلال الدین دہلوی کی شرح تہذیب پر میرزا محمد ہروی نے حواشی لکھے پھر ان حواشی پر مولوی کمال الدین لکھنوی نے تعلقات درج کئے ۔ اس کے بعد انہیں تعلقات پر مولانا عبد الحی نے پھر تعلقات لکھے اور ان کا نام دفع الکلال رکھا ۔ یہ تالیف مکمل نہیں ہو سکی ۔ اس کا ایک ناقص نسخہ بخط مولف ملا نا آزاد لائبریری مسلم

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لبریری محل کلکشن میں رقم ۹/۲۷۷ پر موجود ہے جوہری  
۶ قطع کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۶ - (۲۰) - علم الحدی علی حواشی نور الحدی :

اس کی تالیف ۱۲۰۲ھ میں ہوئی - باب سوم کے حصہ " بعض  
طوائف حاضرین سے اختلافات " میں " علامہ عبد الحق بن فضل الحق خیر آبادی " کے  
حدت اس کا بیان کیا جا چکا ہے -

۸۷ - (۲۱) - الکلام المتین فی تحریر الہدایہ :

جس چیز کی کوئی حد ہوئی ہے اسے مٹا ہی اور جس کی کوئی حد نہیں  
ہوئی اسے غیر مٹا ہی کہا جاتا ہے - پھر لا فتا ہی کی کئی صورتیں ہوئی ہیں - مولانا کا  
یہ رسالہ ابھال لا فتا ہی کے دلائل پر مشتمل ہے - اسے انہوں نے ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ  
میں تالیف کیا تھا - اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی  
علی گڑھ میں رقم ۲۰۸/۹۰۷ پر موجود ہے جوہری قطع کے ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے -

۸۸ - (۲۲) - الکلام الوہبی فی حلّ بعض عبارات القطبی :

نجم الدین عمر القزوی کی تصنیف " رسالہ الشمسیہ " کی شرح علامہ  
قطب الدین رازی نے لکھی جو قلمی کے نام سے معروف ہے - اس کی بعض عبارتوں سے  
معلق مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ذی الحجہ ۱۲۰۲ھ میں مولانا عبد الحق کے پاس کچھ  
سوالات بھیجے گئے - مولانا نے ان کا جواب لکھ دیا - یہ رسالہ اسی

جواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۷۷/۹ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے تین صفحات پر مشتمل ہے۔

۸۹۔ (۲۳)۔ صباح الدہی فی لواہ الہدی :

اس کا سال تالیف ۱۲۸۶ھ ہے۔ باب سوم کے حصہ "بعض طوائف مصلحین سے اخلاعات" میں "عبد الحق بن فضل الحق خیر آبادی کے تحت اس کا ذکر آچکا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۱۱۰۴/۱۵ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۲۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۰۔ (۲۴)۔ المعارف بما فی حواشی شرح المواقف :

ترجمہ مولف پر میرزا احمد ہروی نے جو حواشی لکھے ہیں ان پر مولانا نے یہ حاشیہ لکھنا شروع کیا تھا لیکن اس کی تکمیل سے قبل ان کی وفات ہو گئی۔ اس کا قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۲۷۷/۹ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

۹۱۔ (۲۵)۔ مفید الخائضین فی جواب من ردّ علی مبین المناسکین :

اس میں مولانا نے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو ان کے والد مولوی عبدالحلیم کی کتاب "مبین المناسکین فی ردّ المنالطین" پر کئے گئے تھے۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن کے منطوطات سکشن میں فن مجامع رقم ۵۱

ہر موجود ہے ۔ مولوی عبد الحلیم کی تصنیف "مہین المناصین" کے آخر میں یہ طبع  
ہے جو ایک ورق پر مشتمل ہے اور تقطیع طویل ہے ۔

۹۲ - (۲۶) - مہتر المسیر فی بحث المصنعة بالفکر :

صدر الدین شیرازی کی " شرح ہدایۃ الحکفہ " میں حساب اور هندسہ  
سے متعلق ایک نہایت پیچیدہ بحث ہے جو " مصنعة بالفکر " کے نام سے معروف ہے ۔  
اس کی یہ شرح ہے ۔ سن ۱۲۹۱ھ میں مولانا اس کی تالیف سے فارغ ہوئے پھر اسی  
سال مطبع طوی لکھنؤ میں یہ طبع ہوئی ۔ اس کا ایک ایک مطبوعہ نسخہ مولانا آزاد لاہور  
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے عربی سیکشن میں موجود ہے جو بڑی تقطیع کے ۲۵ صفحات پر  
مشتمل ہے ۔

۹۳ - (۲۷) - نور العبدی لحیلة لواء العبدی :

اس کا سال تالیف ۱۲۸۷ھ ہے ۔ باب سوم کے حصہ " ہمس طمانع  
مناصرین سے اخلاعات " میں " علامہ عبد الحق بن فضل الحق " کے تحت اس کا ذکر  
آجکا ہے ۔ مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۸۷ھ میں اس کی اشاعت ہوئی ہے ۔

۹۴ - (۲۸) - ہدایۃ النوری إلی لواء العبدی :

اس کی تالیف ۱۲۸۰ھ میں ہوئی ۔ اس کا ذکر باب سوم کے " ہمس  
طمانع مناصرین سے اخلاعات " میں " علامہ عبد الحق بن فضل الحق خیر آبادی " کے  
تحت گزر چکا ہے ۔ مطبع نجم العلوم لکھنؤ سے ۱۲۸۱ھ میں اس کی اشاعت ہوئی ہے ۔

نوٹ :- یوسف الیان سرکس نے " مصمم المطبوعات المرمیة " میں مطلق  
کی یہ تین کتابیں بھی مولانا کی تصانیف میں شامل کی ہیں :

- ۱ - الہیان المحبب فی شرح ضابطۃ القریب
- ۲ - القول المحیط فیما یعلق بہ لجمال المؤلف والبسط
- ۳ - التعلیق المحبب علی متن القہذیب

لیکن یہ صحیح نہیں ہے - پہلی دونوں کتابیں درحقیقت مولانا کے والد مولوی عبد الحلیم کی تصنیف ہیں - ( دیکھئے : مقدمہ عددہ الترغایۃ ص ۲۸ ) اور تیسری کتاب غالباً وہی ہے جس کا ذکر " التعلیق المحبب لجمال حاشیۃ الجلال علی متن القہذیب " کے نام سے کیا جا چکا ہے -

\*\*\*\*\*



## تاریخ و تذکرہ

۹۵ - (۱) - ابرار النّوّالین فی شفا النّوّالین :

یہ تالیف شعبان ۱۲۹۷ھ میں اختتام پذیر ہوئی اور ۱۳۰۱ھ میں مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اس کا ذکر باب سوم کے ص ۷۲ بعض طمانع حاضرین سے اختلافات " میں " نواب صدیق حسن " کے تحت آچکا ہے۔

۹۶ - (۲) - تذکرہ الراشد برآء ہمسرة العائد :

اس کی تالیف ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں مکمل ہوئی اور اسی سال جمادی الاخریٰ میں انوار محمدی لکھنؤ میں یہ ص ۷۷ ہو کر شائع ہوئی۔ اس کا ذکر بھی باب سوم کے ص ۷۲ بعض طمانع حاضرین سے اختلافات " میں " نواب صدیق حسن خان " کے تحت کر چکا ہے۔

۹۷ - (۳) - التعليقات السبعة على الفوائد البهية :

یہ حاشیہ ان اشخاص کے تراجم پر مشتمل ہے جن کا ذکر مولانا کی مشہور کتاب " الفوائد البهية " کے اندر وارد ہے۔ مولانا نے اسے جمادی الاخریٰ ۱۲۹۳ھ میں مکمل کیا تھا۔ " الفوائد البهية " کے ساتھ یہ حاشیہ بھی چھپا ہے۔

۹۸ - (۴) - تہذیب ارباب الخیرة علی مسامحات مؤلف الحطة :

اس کتاب کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کا ذکر " غیت اللہنامہ " میں صفحہ ۸۲ پر مولانا نے ضمیمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کہیں اس کا ذکر بھی نہیں ملا۔ غالباً اس میں ان مسامحات کو بیان کیا گیا ہے جو نواب صدیق حسن خان سے ان کی کتاب

” الحطة فی ذکر الصحاح السفة ” میں صادر ہوئی ہیں ۔

۹۹۔ (۵) ۔ حسرة العالم بوفاته مرجع العالم :

یہ مختصر کتاب مولانا نے اپنے والد مولوی عبد الحلیم کی وفات کے بعد ان کی سیرت پر لکھی تھی ۔ اس میں ان کے مختصر حالات کا ذکر ہے پھر ان کو جو اجازات ہندوستان اور بیرون ہند کے علماء سے حاصل ہوئی تھیں ان کو درج کیا گیا ہے اور آخر میں ان کی تصانیف کی فہرست دی گئی ہے ۔ مولانا نے اسے ذی الحجۃ ۱۲۸۵ھ میں لکھا تھا ۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۵ھ میں مطبع یوسلی <sup>کنٹر</sup> سے یہ طبع ہوئی جو مجموعۃ الرسائل الثماني میں صفحہ ۸۲ سے صفحہ ۹۶ تک شامل ہے ۔

۱۰۰۔ (۶) ۔ خبر الفصل بذکر تراجم علماء فرنگی محل :

اس کو مولانا نے اپنی ایک بڑی تصنیف ” ایہا الخلائ یاأیہا علماء ہندوستان ” کے ایک جز کے طور پر لکھنا شروع کیا تھا اور کافی مواد جمع کر لیا تھا ، لیکن اس کی تکمیل سے قبل مولانا کی وفات ہو گئی ۔ کچھ عرصہ تک اس کا مسودہ فرنگی محل میں موجود تھا لیکن اب اس کا کچھ بچہ نہیں چل رہا ہے ۔ اس کی تفصیل کے لئے مطلق محمد رضا انصاری کا مقالہ ” مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور ان کی تاریخی خدمات ” دیکھا جائے جو مجلہ علوم الدین ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پہلے شمارہ ۷۲ - ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا ہے ۔

۱۰۱۔ (۷) ۔ رسالۃ آخری فی تراجم السابقین من علماء الحند :

یہ مولانا کی ایک صغیر تصنیف ” ایہا الخلائ یاأیہا علماء ہندوستان ” کا ایک جز ہے ۔ اس کو مکتود اور مکتوم خیال کیا جاتا تھا لیکن اب اس کے ایک ناقص

مسودہ کا سراغ مل گیا ہے جو لکھنؤ کے ایک کتب خانہ میں " تذکرۃ الصالحات " کے غلط نام سے موجود ہے۔ مفتی محمد رضا انصاری نے متعدد بار داخل شہادتوں کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ تفصیل کے لئے موصوف کا مقالہ " مولانا عبدالحی نرنکی <sup>علیہ</sup> محل اور ان کی تاریخی خدمات " ملاحظہ کیا جائے۔ جو مجلہ علوم الدین " مسلم یونیورسٹی کے پہلے شمارے ۷۲ - ۱۱۷۱ء میں شائع ہوا ہے۔ موصوف کا دوسرا مقالہ " تذکرہ طوائف ہند " بھی دیکھا جائے جو اسی مجلہ کے دوسرے شمارے میں شائع ہوا ہے۔

#### ۱۰۲ - (۸) - رسالۃ فی تراجم فضلاء الهند :

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے " الترفع والعکمل " کے مقدمہ میں اس رسالہ کو مولانا کی ان تصانیف میں شمار کیا ہے جن کو وہ مکمل نہیں کر سکے۔ اور اس سے قبل " رسالۃ اخروی فی تراجم السابقین من طوائف الهند " کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن راقم کا خیال یہ ہے کہ غالباً یہ دو الگ الگ رسالے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی رسالہ ہے۔

#### ۱۰۳ - (۹) - رسالۃ فی الرؤی الطامیة :

اس رسالہ کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کا ذکر مولانا نے اپنی کتاب " النافع الکبیر " میں صفحہ ۱۳۸ پر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے اس میں مولانا نے ان خوابوں کی تفصیل بیان کی ہے جو مختلف اوقات میں انہوں نے دیکھے تھے۔

#### ۱۰۴ - (۱۰) - طرب الأمانل بتراجم الأفاضل :

اس کتاب میں تقریباً چار سو مشہور علماء کے مختصر حالات اور ان کی تالیفات کا بیان ہے۔ ان میں زیادہ تر طوائف اہل حق اور کچھ دیگر مذاہب کے علماء بھی

شامل ہیں - راقم کے ہی - ایچ - ڈی کا موضوع اسی کتاب کی تحقیق ہے - اس کی تالیف  
 صفر ۱۳۰۳ ھ میں مکمل ہوئی - مجموعۃ الرسائل الست کے آخر میں یہ شائع ہے جو  
 مطبع یوسفی لکھنؤ میں ربیع الاول ۱۳۲۰ ھ میں طبع ہوا ہے -

#### ۱۰۵ - (۱۱) - فرحة المدرسين بذكر المؤلفات والمؤلفين :

مولانا نے "طرب الاطفال بمراجع الافاضل" کی تالیف کے وقت یہ  
 خاکہ بنایا تھا کہ یہ دو حصوں پر مشتمل ہو - حصہ اول میں طباطبائی کے حالات کا بیان  
 اصلاً اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا جائے اور فقہ حصہ دوم میں تصانیف کا بیان اصلاً  
 اور ان کے مصنفین کا ذکر کیا ہو - پھر انہوں نے اپنا ارادہ بدل کر ان دونوں حصوں  
 کو دو مستقل کتابوں کی صورت میں لکھنا شروع کیا - حصہ اول کا نام تو "طرب الاطفال"  
 ہی رہا اور وہ کتاب مکمل بھی ہو گئی لیکن حصہ دوم جس کا نام مولانا نے "فرحة  
 المدرسين" رکھا وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اور ان کی وفات ہو گئی - پھر حال  
 اس کا ایک ناشر سید مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فریڈرک محل کلکشن میں  
 رقم ۵۲۹/۷۱ پر موجود ہے جو خود مولانا ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے -

#### ۱۰۶ - (۱۲) - اللوائد البقية في تراجم العظمى :

طبائے احناف کے تراجم واسماں پر مولانا کی یہ نہایت مشہور کتاب  
 ہے جو تقریباً چھ سو طباطبائی کے حالات پر مشتمل ہے - یہ درحقیقت محمود بن سلیمان  
 کلوی کی طبقات کا خلاصہ ہے - جس میں مولانا نے اپنی طرف سے بہت سے مفید اضافے  
 بھی شامل کر دیے ہیں اور کلوی سے جو صاحب تصانیف کے انساب میں ہو گئی تھیں  
 ان کی تصحیح بھی کر دی ہے - مولانا نے صفر ۱۲۹۲ ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی  
 تھی - یہ کتاب متعدد بار ملکہ کے مختلف مطابع سے شائع ہوئی ہے اس کے علاوہ مصر میں

یہی یہ جہی ہے - راقم کے پیش نظر اس کا وہ نسخہ ہے جو ۱۹۶۷ء میں مکہ مدوۃ المعارف پتار سے شائع ہوا ہے -

#### ۱۰۷ - (۱۳) - مذیلۃ الدراية لقدمة الهداية :

مداہۃ نصف اول میں جن اشخاص کا ذکر آیا ہے ان کے تراجم اس میں بیان کئے گئے ہیں - اس کے علاوہ انساب ، قبائل اور اہلکین کی بھی شرح کی گئی ہے اور صاحب ہدایہ سے جو مسامحات ہو گئے ہیں ، ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے - اس سے قبل ہدایہ نصف اخیر کا ایک مقدمہ مولانا لکھ چکے تھے یہ اس کا ذیل ہے -

اس کی تالیف ربیع الثانی ۱۲۸۷ھ میں مکمل ہوئی اور اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاہوری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۳۷۱/۷۹ پر موجود ہے جو بڑی قطع کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے -

#### ۱۰۸ - (۱۴) - مقدمۃ التعلیق المصنوع علی مؤطا الامام محمد :

یہ مقدمہ نہایت مفید اور پر مضمون معلومات کا حامل ہے - اس میں حدیث کی کتابوں اور اس کی قدیم کی ابتدائی تاریخ اور مؤطا کے فضائل اور اس کے مختلف نسخوں کا بیان ہے - امام مالک ، امام محمد ، امام ابو حنیفہ ، امام ابو یوسف اور جن لوگوں نے مؤطا پر کوئی حاشیہ یا اس کی شرح لکھی ہے ان سب کے تراجم و احوال مذکور ہیں - اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم مسائل و مطالب مندرج ہیں - اس مقدمہ کو اس قدر قبول عام حاصل ہوا کہ اس کے بعد سے ہندوستان میں عام طور پر مؤطا امام محمد اس مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - راقم کے پیش نظر وہ مقدمہ ہے جو ۱۲۹۷ء میں مؤطا امام محمد کے ساتھ مطبع مصلحانی لکھنؤ میں چھپا تھا -

۱۰۹ - (۱۵) - مقدمة السماية :

مولانا نے شرح وقایہ کی جو مصل شی " السماية " کے نام سے لکھی ہے یہ اس کا مقدمہ ہے اور السماية کے ساعد شروع میں بڑی قطع کے ۲۲ صفحات میں چمپا ہوا ہے۔ اس کی تکمیل ۱۲۹۷ میں ہوئی تھی پھر السماية کی جلد اول کے ساعد مطبع مسطغانی سے ۱۳۰۷ء میں اسکی اشاعت ہوئی۔ اس مقدمہ کی اہمیت کا اندازہ اس کے مضامین سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ چند افادات پر مشتمل ہے۔ افادہ اولیٰ میں الوقایہ اور شی الوقایہ کے مؤلفین اور ان کے آباء و اجداد کے حالات و اسباب مذکور ہیں۔ افادہ ثانیہ میں جن طبائے الوقایہ کی شی یا اس پر حاشیہ لکھا ہے ان کا بیان ہے۔ افادہ ثالثہ میں ان علماء کا ذکر ہے جنہوں نے صدر الشریعہ کی شرح الوقایہ پر حاشیہ لکھا ہے۔ ان کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔ افادہ رابعہ ان کتابوں کے بیان پر مشتمل ہے جن کا ذکر شرح الوقایہ میں کسی عنوان کے تحت آگیا ہے۔ افادہ خامسہ میں ہجائی ترتیب سے ان اعلام و انساب کے تراجم پیش کئے گئے ہیں جن کا ذکر شرح الوقایہ میں آگیا ہے۔ افادہ سادسہ میں ان علماء کا تذکرہ ہے جنہوں نے شی الوقایہ کے مولف صدر الشریعہ کی ایک دوسری تالیف " الظاہ " پر حاشیہ لکھا ہے جو الوقایہ کا اختصار ہے۔

۱۱۰ - (۱۶) - مقدمة الرعاية فی حلّ شرح الوقایہ :

اس میں پہلے ائمہ مجتہدین کے مذاہب اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے مذہب کا ایک جامع بیان ہے۔ پھر احناف اور مسائل فقہیہ کے طبقات کا ذکر ہے، ' وقایہ اور شی وقایہ کے مسئلین کے احوال و اسباب درج کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد الوقایہ کے دیگر شارحین، ' شی الوقایہ کے محشیین اور الوقایہ و شی الوقایہ میں جن اشخاص کا ذکر کسی ضمن میں آگیا ہے ان سب کے تراجم مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور

بھی بہت سے مضافات میں پیش کئے گئے ہیں ۔ هندوستان میں عام طور پر شی وقایہ کے  
سابقہ یہ مقدمہ شائع ہوا ہے ۔ راقم کے پیش نظر وہ نسخہ ہے جو ۱۲۲۲ھ میں  
مطبع ہوسلی لکھنؤ میں طبع ہوا تھا ۔

#### ۱۱۱ - (۱۷) - مقدمۃ العدایۃ :

”العدایۃ“ فقہ کی ایک مشہور درس کتاب ہے جو ابو الحسن علی  
المرغینانی کی تصنیف ہے ۔ اس کا نصف اخیر بہت مقبول اور مقداول ہے ۔ اس حصہ  
کا یہ مقدمہ ہے جس میں مولانا نے مولف العدایۃ کے حالات و عادات اور جن اشخاص  
کا ذکر العدایۃ نصف اخیر میں آیا ہے ، ان کے تراجم بیان کئے ہیں ۔ اور اس کے  
علاوہ کچھ اور مفید باتیں بھی درج کی ہیں ۔ یہ مقدمہ مولانا نے ۱۲۸۱ھ میں  
لکھا تھا جو ۱۲۳۲ھ میں مطبع فاروقی دہلی میں طبع ہوا ہے اور العدایۃ نصف اخیر  
کے شروع میں ملحق ہے ۔

#### ۱۱۲ - (۱۸) - النافع الکبیر لمن مطالع الجامع المصنوع :

یہ کتاب درخیزات اس حاشیہ کا مقدمہ ہے جو مولانا نے امام  
محمد کی تالیف ”الجامع المصنوع“ پر لکھا تھا ۔ یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے ۔  
فصل اول میں فقہائے احناف اور کتب فقہیہ کے حقائق پر بعض فقہائے معتدین  
وغیر معتدین اور بعض کتب معتدہ وغیر معتدہ کا بیان ہے ۔ فصل دوم میں ”الجامع  
المصنوع“ کے محاسن کا تذکرہ ہے ۔ فصل سوم ائمہ ثلاثہ یعنی امام محمد ، امام  
ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے احوال و فضائل پر مشتمل ہے ۔ فصل چہارم میں ”  
الجامع المصنوع“ کے شارحین اور مبین کے تراجم پیش کئے گئے ہیں ۔ آخر میں خاتمہ  
کے عنوان سے مولانا نے خود اپنے حالات بھی درج کئے ہیں ۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۱ھ میں

اس کتاب کی تالیف سے فریفت حاصل ہوئی ۔ "مجموعۃ الرسائل الست" مطبوعہ  
مطبع ہوسنی لکھنؤ ۱۳۴۰ھ میں صفحہ ۸۲ سے صفحہ ۱۳۹ تک یہ شامل ہے ۔

۱۱۳ - ( ۱۹ ) - التلمیذ الأوفیٰ فی تراجم علماء المائة الثالثة عشر :

یہ مولف کی ایک بڑی تصنیف "إتقان الخلاء بأئامہ علماء  
ممدوستان" کے ایک جز کا نام ہے ۔ مولف نے اپنی تصانیف کی فہرست میں  
اس کو درج کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی ۔  
اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس کی تالیف کا آخر کرچکے تھے ۔ لیکن  
اس کا مسودہ بالکل ناپید ہے اور اس کا ایک ورق بھی کہیں مل نہیں رہا ہے ۔

\*\*\*\*\*



۱۱۲ - (۱) - امتحان الطلبة فی السمع المشکلة (فارسی) :

یہ مولانا کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جسے انہوں نے ۱۲۷۶ھ میں یعنی تقریباً بارہ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ اس میں عربی کے مشکل صیغوں کی تحلیل و تشریح سوال و جواب کی صورت میں درج ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لبریری محل کلکشن میں رقم ۱۶۳/۱۶ پر موجود ہے جو چھوٹی قطع کے ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۱۵ - (۲) - اللہمان فی شرح میزان (فارسی) :

یہ علم الصرف کی مشہور مصروف ابتدائی درسی کتاب "میزان الصرف" کی شرح ہے۔ اصل اور شرح دونوں فارسی میں ہیں۔ مولانا نے اس کی تالیف جمادی الاخریٰ ۱۲۷۶ھ میں مکمل کی جبکہ ان کی عمر تقریباً بارہ سال کی تھی اور وہ مدرسہ حنفیہ امامیہ، جونپور میں زیر تعلیم تھے۔ اس کی اشاعت متعدد بار ہو چکی ہے۔ مطبع ہوسلی کا جھٹا ایڈیشن متوسط قطع کے پچھتر صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۱۶ - (۳) - تہذیب المعزان (فارسی) :

یہ تہذیب مولف کی کتاب "اللہمان فی شرح المعزان" کے آخر میں ملحق ہے اور تقریباً بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اسم ظرف، اسم آلہ اور اسم تفضیل کا بیان ہے۔

۱۱۷ - (۴) - تہذیب اللہمان (فارسی) :

یہ تہذیب المعزان کی شرح ہے اور اس کے ساتھ یہ شرح بھی چھپی

ہوئی ہے۔

۱۱۸ - (۵) - جہار گل (فارسی) :

اس میں عربی کے ان چار مشکل افعال کی صرف کمر  
یعنی پوری گردان لکھی ہوئی ہے : کادہکاد ، قللیٰ یقلیٰ ، قللیٰ  
یقلیٰ ، اسلقلیٰ یسلقلیٰ ۔ اور حاشیہ پر عملیات درج ہیں ۔ یہ مولانا  
کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے جسے انہوں نے ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ میں  
لکھا تھا ۔ اس کا ایک قلعی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی  
علی گڑھ کے لبریری محل کاکشن میں رقم ۲۲۷/۵۷ پر موجود ہے ۔ جوہڑی قطع  
کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔

\*\*\*\*\*

## علم النجوم

۱۱۹ - (۱) - إزالة الجمد عن إعراب أكل الحمد :

یہ مختصر رسالہ ہے جو بڑی قطع میں دو صفحات پر چمھا  
ہوا ہے۔ اس کے آخر میں تاریخ تالیف ۱۲ ربیع الثانی ہجری یکشنبہ درج ہے۔

بعض خطبات اور کتابوں کی ابتدا میں حمد کے یہ الفاظ ملتے  
ہیں : " الحمد لله أكل الحمد " مولف نے اس جملہ میں لفظ اكل کے اعراب  
کے مختلف وجوہ اس رسالہ میں بیان کئے ہیں اور رفع ، نصب اور جر تینوں  
حرکات کو اس میں جائز قرار دیا ہے۔ پھر ہر ایک کی مختلف توجہات بیان کی  
ہیں۔ اسی ذیل میں علامہ کا بھی کی رائے بھی پیش کی ہے اور ان کی رائے پر ان  
کے شاگرد علامہ سہوٹی نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ آخر میں علامہ  
سہوٹی کے قول کی تردید میں دلائل پیش کئے ہیں اور یہ قول فیصل صادر فرمایا  
ہے کہ اس میں تینوں اعراب جائز ہیں۔ نصب سب سے قوی اور جر ضعیف اور رفع  
اوسط درجہ میں ہے۔

۱۲۰ - (۲) - خبر الکلام فی تصحیح کلام الطوک طوک کلام :

یہ مختصر رسالہ بڑی قطع کے چار صفحات پر مشتمل ہے  
اور " إزالة الجمد " کے بعد ہی ایک جلد میں شامل ہے۔ اسکی تالیف ۱۲ شعبہ  
۲۰ ذی الحجہ ۱۲۸۲ کو مکمل ہوئی۔

اس کے شروع میں اس کی وجہ تالیف مولف نے خود اس طرح  
بیان کی ہے کہ جب رجب ۱۲۸۲ ھ میں وہ دوبارہ حیدرآباد گئے تو وہاں لوگوں کو

مشہور معاورہ " کلام الطوبیٰ طوبیٰ الکلام " کے متعلق بحث کرتے ہوئے دیکھا۔  
 نحوی قاعدہ کے مطابق مقدا اور خبر کے درمیان افراد اور جمع میں مطابقت  
 ہونی چاہئے مگر اس معاورہ میں مقدا طرد اور خبر جمع ہے۔ اس لئے بعض  
 لوگ اسے غلط اور بعض غیر فصیح کہتے تھے اور کچھ لوگ اس کی مختلف تاویلین  
 کرتے تھے۔ اس لئے مولف نے یہ رسالہ تالیف کیا۔

اس میں پہلے مختلف اقوال پر بحث کی گئی ہے اور مضاف جن چیزوں  
 کا اکساب مضاف الیہ سے کرتا ہے مثلاً معرف ، تخصیص ، تخیل ، قنیت ،  
 تشبیہ اور جمع وغیرہ ان کو بیان کیا گیا ہے اس ضمن میں علامہ رضی ، ابن الحاجب  
 اور خاص طور پر ابن هشام نحوی کے اقوال کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ پھر  
 مولف نے اپنی رائے اس ضمن میں بیان کی ہے کہ لفظ کلام اسم جنس ہے۔ انسان جو  
 بات کہتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر وہ سب کلام ہے اس لئے اس لفظ کو جمع پر  
 محمول کیا جائے گا۔ اس بات کی قاعدہ میں مولف نے متعدد آیات و احادیث بھی  
 درج کی ہیں۔ مقدا اور خبر جمع ہے۔ ان کے اندر بھی یہی تاویل کی جائے  
 گی۔ آخر میں مولف نے ان لفظی محاسن کی طرف اشارہ کیا ہے جو اسی معاورہ  
 میں پائے جاتے ہیں اور اس کو فصیح ثابت کیا ہے۔

\*\*\*\*\*  
 \*\*\*\*\*  
 \*\*\*\*\*

## علم المناظرہ

۱۲۱ - (۱) - حاشیہ الرشیدیہ شرح الشریعہ :

" التریبہ " علم المناظرہ میں سید شریف جرجانی کی ایک مشہور اور مختصر تصنیف ہے۔ اس کی شرح عبد الرشید جونپوری نے لکھی ہے۔ جو " الرشیدیہ " کے نام سے معروف ہے۔ اسی پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔ الرشیدیہ کا ایک مطبوعہ نسخہ خدا بخش لاٹھری پتھ میں موجود ہے جو ۱۳۶۶ء میں مسیح ہوسلی لکھنؤ میں طبع ہوا ہے اور بڑی قطع کے ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس پر مولانا کا یہ حاشیہ بھی چمپا ہوا ہے۔

۱۲۲ - (۲) - الحدیث المختارۃ شرح الرسالة المضنیة :

قاضی عبد الدین نے علم مناظرہ میں ایک مختصر رسالہ لکھا تھا یہ اسی کی شرح ہے جسے مولانا نے صفر ۱۲۸۲ھ میں تالیف کیا اس کا ایک قلمی نسخہ بخط مولف مولانا آزاد لاٹھری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فرنگی محل کلکشن میں رقم ۱۰۰۴/۲۸۶ پر موجود ہے جو چھوٹی قطع کے ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

.....  
\*\*\*\*\*

# كتابات

( عرسى )

- ١ - آثار الاول من علماء فرنگى محل ، عبد الهارى ، مطبع مجتبائى ، لكهنؤ -
- ٢ - أبجد العلوم ، نواب صديق حسن خان ، مطبع صديقيه ، بهوپال ، ١٢٩٦ هـ
- ٣ - الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة ، مولانا عبد الحى ، تحقيق عبد الفلاح ، حلب ، ١٣٨٢ م
- ٤ - أسد الغابة فى معرفة الصحابة ، ابو الحسن على بن محمد الصروف باين الاثير ، جمة المعارف ، ١٣٨٥ م
- ٥ - الإصابة فى تمييز الصحابة ، شعاب الدين احمد بن على بن حجر ، مطبع مدرسة الاسقف ، كلكته
- ٦ - الأعلام ، خير الدين الزركلى ، القاهرة ، ١٣٤٣ هـ - ١٣٤٦ م
- ٧ - إمام الكلام فى ما يتعلق بالقراءة خلف الامام ، مولانا عبد الحى ، مطبع طوى ، لكهنؤ ، ١٣٠٢ هـ
- ٨ - تحفة الأخبار فى إحياء سنة سيد الأبرار ، مولانا عبد الحى ، مطبع يوسفى ، لكهنؤ ، ١٣٢٥ هـ
- ٩ - تذكرة الحفاظ ، ابو عبد الله شمس الدين محمد الذهبى ، مطبع دائرة المعارف العثمانية ، حيدرآباد ، ١٣٤٦ هـ
- ١٠ - تذكرة الراشد برّد تهمة النقاد ، مولانا عبد الحى ، مطبع انوار محمدي ، لكهنؤ ، ١٣٠١ هـ
- ١١ - التعليقات الستة على الفوائد البهية ، مولانا عبد الحى ، مكتبه ندوة المعارف ، بنارس ، ١١٩٤ م
- ١٢ - التلخيصات الالهية ، شاه ولي الله دهلوى ، برقى پريس ، بجنور ، ١٣٥٥ هـ
- ١٣ - جمع الفريد فى ردّ شر الدّور ، مولانا عبد الحى ، مطبع يوسفى ، لكهنؤ ، ١٣٢٥ هـ
- ١٤ - حجة الله البالغة ، شاه ولي الله دهلوى ، مطبع بلاق ، مصر ، ١٢٨٢ هـ
- ١٥ - حسرة العالم بوفاة مرجع العالم ، مولانا عبد الحى ، مطبع يوسفى ، لكهنؤ ، ١٣٢٥ هـ
- ١٦ - حسرة الفحول بوفاة نائب الرسول ، محمد عبد الباقى ، مطبع انوار محمدي ، ١٣٠٥ هـ
- ١٧ - حلية البشر فى تاريخ القرن الثالث عشر ، شيخ عبد الرزاق البهطار ، دمشق ، ١٣٨٠ هـ
- ١٨ - دائرة المعارف ، هلم بطرس البستاني ، مطبعة هارف ، بيروت ، ١٨٨٢ هـ
- ١٩ - دائرة المعارف الاسلامية ، محمد ثلث الهندى اور احمد الشنقاوى وغيره ، انتشارات جهان ، تهران
- ٢٠ - ردع الاخوان ، مولانا عبد الحى ، مطبع يوسفى ، لكهنؤ ، ١٣٣٤ هـ
- ٢١ - سحنة العرجان فى آثار علماء هندستان ، سيد غلام اعلى آزاد بلگرامى
- ٢٢ - سمر أعلام النبلاء ، شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبى ، دار المعارف ، مصر

تحقيق الدكتور صلاح الدين المنجد

- ٢٢ - سيرة النبي ، ابو محمد عبد الملك بن هشام ، دار الفكر ، بيروت ، ١٣٥٦ هـ
- ٢٣ - الطبقات الكبرى ، ابن سعد ، بيروت ، ١٣٤٦ هـ
- ٢٤ - فہم الفہام علی حواشی امام الکلام ، مولانا عبد الحی ، مطبع طوی لکھنؤ ، ١٣٠٢ هـ
- ٢٥ - کنز البرکات فی سیرۃ اہل الحسان ، محمد حفیظ اللہ ، مطبع طوی لکھنؤ ، ١٣٠٥ هـ
- ٢٦ - فہرس المخطوطات المصنوعة ، فواد سید ، مطبع السیف المجدید ، قاہرہ ، ١٩٥٩ هـ
- ٢٧ - معجم المطبوعات العربیة والمصریة ، یوسف الیان سرکس ، قاہرہ ، ١٩٢٨ هـ
- ٢٨ - معجم المؤلفین ، عمر رضا کحالیہ ، مطبع القرطی ، دمشق ، ١٣٤٦ - ١٣٨٠ هـ
- ٢٩ - مقدمة الربع والتکمیل فی الجرح والتصدیق ، عبد القلاع ابو ذہب ، حلب ، ١٣٨٨ هـ
- ٣٠ - مقدمة السعایة فی کشف مانی شرح الوقایة ، مولانا عبد الحی ، مطبع مصطفائی ، ١٣٠٤ هـ
- ٣١ - مقدمة عمدة الروایة فی حلّ سنی الوقایة ، مولانا عبد الحی ، مطبع یوسلی لکھنؤ ، ١٣٢٢ هـ
- ٣٢ - مقدمة العدایة ، مولانا عبد الحی ، مطبع فاروقی ، دہلی ، ١٣٢٢ هـ
- ٣٣ - النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر ، مولانا عبد الحی ، مطبع یوسلی لکھنؤ ، ١٣٢٠ هـ
- ٣٤ - نخبة الأنظار علی فحمة الأخبار ، مولانا عبد الحی ، مطبع یوسلی لکھنؤ ، ١٣٢٥ هـ
- ٣٥ - نزہة الخواطر وبہجة الصامع والنواظر ، سید عبد الحی الحسینی ، دائرة المعارف العشائیة ، حیدرآباد ، ١٣٥٠ - ١٣٩٠ هـ
- ٣٦ - نظم الدرر سلک شق القمر ، مولوی عبد الحلیم ، منصوصہ ، فرنگی محل کلکشن - مسلم یونیورسٹی
- ٣٧ - البایع الجنی فی أسانید الشیخ عبد الفتی ، محمد احسن صدیقی ، مطبع صدیقی

### ( فارسی )

- ٣٨ - اخبار الاخبار وسر الاسرار ، محمد عبد الاحد ، مطبع مجبائی ، دہلی ، ١٣٢٢ هـ
- ٣٩ - الأضواء الأربعة للشجرة الطیبة ، مولوی ولی اللہ ، مطبع کارنامہ ، فرنگی محل لکھنؤ ، ١٢٩٨ هـ
- ٤٠ - انوار المعارفین ، محمد حسین مراد آبادی ، مطبع صدیقی ، بہلی ، ١٢٩٠ هـ
- ٤١ - تذکرہ علمائے ہند ، رحمان علی ، مطبع ٹولکشر ، لکھنؤ ، ١٩١٢ هـ
- ٤٢ - من الانسان ، قاضی علی احمد محمود حنفی ، وکٹوریہ پریس ، دہلی ، ١٣١٢ هـ
- ٤٣ - فرحة الناظرین ، محمد اسلم بن حفیظ اللہ ، منصوصہ ، منیر عالم کلکشن ، مسلم یونیورسٹی

- ۴۴ - احوال علمائے فرنگی محل ، الطاف الرحمن ، مطبع مجتہانی، لکھنؤ، ۱۹۱۷ء
- ۴۵ - اکمل القاریخ ، محمد یعقوب ضیاء دہلوی ، امیر احمد پریس دہلی، ۱۳۳۳ھ
- ۴۶ - انبیاء کرام اور مشاہیر اسلام ، عبد القیوم ندوی ، سرفراز قوی پریس لکھنؤ، ۱۹۵۴ء
- ۴۷ - بانی درس نظامی ، محمد رضا انصاری ، نای پریس لکھنؤ، ۱۳۹۳ھ
- ۴۸ - بحر العلوم ، محمود یوسف کوکن ، مدراس یونیورسٹی ، مدراس
- ۴۹ - ہزم جمہوریہ ، سید صالح الدین عبدالرحمن ، مطبع مصارف، اعظم گڑھ، ۱۳۶۷ھ
- ۵۰ - تاریخ اسلام ، ایس ڈاکٹر حسین جعفر ، دہلی ، ۱۳۳۷ھ
- ۵۱ - تاریخ شیراز ہند - جونپور ، سید اقبال احمد ، ادارہ شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، جونپور، ۱۹۷۳ء
- ۵۲ - تذکرہ ابوالکلام آزاد ، مرتبہ ملا رام ، ساجدہ اکاڈمی، دہلی، ۱۹۶۸ء
- ۵۳ - تذکرۃ الانساب ، سید امام الدین احمد ، الفضل المطابع دہلی، ۱۳۲۲ھ
- ۵۴ - تذکرہ پنج بھائی تاریخ العلماء ، برقی پریس دہلی
- ۵۵ - تذکرہ علمائے اہل سنت ، محمود احمد قادری، برقی پریس کانپور، ۱۹۷۱ء
- ۵۶ - تذکرہ علمائے فرنگی محل ، مولوی محمد عنایت اللہ ، برقی پریس فرنگی محل، لکھنؤ، ۱۳۴۹ھ
- ۵۷ - تذکرہ کامران رامپور ، احمد علی خان شوق ، ہمدرد پریس، دہلی، ۱۹۲۹ء
- ۵۸ - تراجم علمائے حدیث ہند ، ابو یحییٰ امام خان ، حید برقی پریس دہلی، ۱۳۵۶ھ
- ۵۹ - حقائق الحنفیہ ، فقیر محمد ، منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۳۲۴ھ
- ۶۰ - حیوۃ العلماء ، سید محمد عبدالہالقی سہسوائی ، منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۳۴۰ھ
- ۶۱ - رود کوثر ، شیخ محمد اکرام ، کراچی ، ۱۹۶۸ء
- ۶۲ - سالنامہ نگار ، ایڈیٹر نیاز جمہوری ، جنوری فروری ۱۹۵۵ء
- ۶۳ - سوانح عمری سلطان ابو ایوب خالد انصاری ، محمد صدیق انصاری، مطبع اسلامیہ، لاہور، ۱۳۴۳ھ
- ۶۴ - سیر انصار ، مولوی سعید انصاری ، مطبع مصارف، اعظم گڑھ -
- ۶۵ - سیرت مولانا عبد الاول جونپوری ، عبد الباقی جونپوری ، اسرار کوی پریس الہ آباد، ۲۷۰
- ۶۶ - سیر الصوفیہ ، محمد یحییٰ ، جامعہ ملیہ پریس دہلی، ۱۹۲۸ء
- ۶۷ - مجلۃ علوم الدین ، نیکلشی آف جمہالیجی - ایم . یو . علی گڑھ، شمارہ (۱) (۲)، ۱۹۷۳ء، ۷۲
- ۶۸ - مرآۃ الانساب ، ضیا الدین احمد امروہی ، مطبع رحیمی ، جے پور، ۱۳۳۵ھ



- ۶۹ - مسلم ثقافت ہندوستان میں ، عبد المجید سالک ، دین محمدی پریس لاہور ، ۱۹۵۷ء
- ۷۰ - شاہیر عالم ، مولوی عبد اللہ خان ، کاشی رام پریس ، لاہور ، ۱۹۱۷ء
- ۷۱ - مقالات سلیمان ، مطبع معارف اعظم کڑہ ، ۱۳۸۷ھ
- ۷۲ - مولانا فضل حق و عبد الحق خیر آبادی ، مفتی اعظم اللہ اکبر آبادی ، نظامی پریس ، بدایوں
- ۷۳ - وفیات المشاہیر ، حافظ عبد الاول جونپوری ، جادو پریس جونپور ، ۱۳۲۳ھ
- ۷۴ - ہندوستان کی قدیم درسگاہیں ، مولوی ابوالحسنات ندوی ، مطبع معارف اعظم کڑہ ، ۱۳۳۵ھ
- ۷۵ - ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ، مناظر احسن کلائی ، ندوۃ المصطفین دہلی ، ۱۳۶۳ھ

( انگریزی )

- 77 - A study of Jamia Nisamia Hyderabad, by Parveen Bukhsana Farooqi, Publisher, the secretary, Jamia Nisamia, Hyd. 1972.
- 78 - The contribution of India to Arabic literature, by M. S. Zubaid, Maktaba-I-Din-O-Bandish, Jullundur, Punjab, 1946.
- 79 - The Encyclopaedia of Islam , Prepared by a number of leading orientlists, London 1960.

(GERMAN )

- 80 - Geschichte Der Arabischen Litteratur, Brockelmann (Carl) Leiden , E. J. Brill 1937 - 1947.